وزیر اعظم آزاد جموں و کشمیر

سردار محمد عبدالقیوم خان

بھارتی "زی ٹی وی" کے

معروف پروگرام

"آپ کی عدالت میں"

مقدمہ کشمیر

کی پیروی کر رہے ہیں

NUST PRESS

Printed by: NUST Press

ترتیب و تالیف۔ اشفاق ہاشمی

پبلشرز

کشمیر پالیسی انسٹیٹیوٹ

پی او بکس نمبر 184 ،سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی

ای میل: kpi.regd@gmail.com

رابطہ نمبر: 051-4852241

موبائل: 0345-5689198

خصوصی معاونت:

میاں کریم اللہ قریشی کبرناہی

ذوالفقار اکبر چوہدری

عبدالمجید صدیقی

ضابطہ:

اشاعت اگست 2016ء

قیمت 400 روپے

ایڈیشن سوم

عرض ناشر

بھارتی زی ٹی وی چینل کے پروگرام "آپ کی عدالت میں" آزاد جموں و کشمیر کے وزیراعظم مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان نے جس جرات و بیباکی، سیاسی فہم و فراست اور شاندار سفارتکاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کشمیر کے مقدمے کی پیروی کی ہے اسے ملک بھر میں سراہا گیا ہے اور ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے انہیں زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔ باور کیا جاتا ہے کہ سردار محمد عبدالقیوم خان کا یہ انٹرویو دنیا کے اندر تقریباً ۱۵ کروڑ انسانوں نے دیکھا۔ اس انٹرویو میں انہوں نے مسئلہ کشمیر کے پرامن سیاسی حل کی ضرورت پر زور دیا اور یہ بات واضح کی کہ مسئلہ کشمیر کو پاکستان اور بھارت کے درمیان فتح و شکست کی بنیاد پر حل نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس مسئلہ کا منصفانہ سیاسی حل ہی اس پورے خطے کے عوام کی فتح ہے۔

یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ سردار محمد عبدالقیوم خان نے اپنے اس انٹرویو کے ذریعے برصغیر میں آباد ایک ارب سے زائد لوگوں کو امن و آشتی کا جو پیغام دیا ہے بھارتی حکمران اور پالیسی ساز اس کی روح کو کس حد تک سمجھ پائے ہیں، کیا وہ تعصب و تنگ نظری اور نفرت کی پٹی اتار کر اور کھلے دل و دماغ سے اس خطہ کے عوام کے محفوظ مستقبل کے لئے مسئلہ کشمیر کو کشمیری عوام کی خواہشات، امنگوں اور بین الاقوامی سطح پر تسلیم شدہ حق خودارادیت کے اصولوں کے مطابق حل کرنے پر رضامند ہوں گے یا پھر اپنی توسیع پسندانہ پالیسیوں کو جاری رکھیں گے جن کے نتیجے میں اس خطے کے عوام پر جوہری جنگ کے تاریک سائے لہراتے رہیں گے۔

سردار محمد عبدالقیوم خان ایک مدبر سیاستدان ہیں۔ انہوں نے پورے خطہ کے عوام کو آنے والی تباہی سے خبردار کیا ہے اور تاریک سرنگ کے کنارے پر امید کی روشن کرن بھی دکھائی ہے۔ بلاشبہ سردار صاحب ایک فرد نہیں ایک تاریخ، ادارہ اور ایک تحریک ہیں۔ کشمیریوں اور پاکستانیوں کو اس بات پر فخر ہے کہ سردار محمد عبدالقیوم خان جیسی شخصیت ان کی صفوں میں قیادت کے لئے موجود ہے۔

ذرائع ابلاغ کی دنیا میں سردار محمد عبدالقیوم خان کے اس انٹرویو کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوئی ہے۔ قومی اخبارات و جرائد نے اس پر بے شمار کالم، مضامین اور تبصرے شائع کئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سردار صاحب نے جس توازن اور اعتدال سے جچے تلے مثبت انداز میں مسئلہ کشمیر کی ترجمانی کی ہے اس کے نتیجے میں منفی پراپیگنڈے کے خاردار اثرات ختم ہوگئے ہیں۔ اباطیل واوہام کا تمام غبار چھٹ گیا ہے اور اہل کشمیر اپنی آزادی کی جدوجہد میں پوری تگ و تاز سے مصروف ہیں۔

سردار محمد عبدالقیوم خان کا یہ تاریخی انٹرویو اپنی افادیت اور مقصدیت کے اعتبار سے مستقل اہمیت اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ انٹرویو کا مکمل متن اور قومی اخبارات میں طبع ہونے والے بعض منتخب مضامین، کالم اور تبصرے اکٹھے شائع کئے جارہے ہیں امید ہے قارئین پسند فرمائیں گے۔

اشفاق ہاشمی

۱۷ فروری ۱۹۹۶

وزیراعظم آزاد جموں و کشمیر مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان

سردار محمد عبدالقیوم خان

وزیر اعظم

آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر

مظفر آباد

مکرمی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

زی ٹی وی پر میرے انٹرویو اور میری ذات کے حوالے سے آپ نے اپنے کالم میں خیالات وافکار سے زیادہ جس محبت کا اظہار کیا ہے اس کے لئے میں ذاتی طور پر شکرگزار ہوں اور اپنے لئے اسے قومی اعزاز سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا بے پناہ احسان ہے جس نے مجھے اس خطرناک کھیل میں سلامتی عطا کی اور قوم وملک کے کسی مفاد کو میری وجہ سے کوئی گزند نہیں پہنچی۔

آپ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ کشمیری عوام اپنی تاریخ کے انتہائی مشکل اور نازک دور سے گزر رہے ہیں۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ چھ لاکھ سے زائد قابض بھارتی درندہ صفت فوج کشمیریوں کی پوری آبادی کو ہی نہ صرف ختم کرنے بلکہ ان کو انتہائی ذلت آمیز طریقے سے ختم کرنے کے منصوبے پر عمل پیرا ہے۔ عدم تشدد کے پرچارک گاندھی جی کے پیروکاروں نے پرامن، بے گناہ اور معصوم کشمیری مسلمانوں کے ساتھ جو غیر انسانی اور وحشیانہ سلوک کیا ہے اس کے سامنے تاتاریوں، نازیوں اور سربوں کے مظالم بھی شرما جاتے ہیں

آزاد جموں و کشمیر کے وزیر اعظم مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان نے یہ خط ۸ فروری ۱۹۹۶ء کو ان اصحاب فکر و دانش کا شکریہ ادا کرنے کے لئے تحریر کیا تھا جنہوں نے ان کے زی ٹی وی کے شہرہ آفاق انٹرویو پر اظہار خیال کیا تھا۔ مگر یہ خط اختصار اور جامعیت کے باوجود تحریک آزادی کشمیر کی تازہ ترین صورت حال پر ایک جامع دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے اسے بطور پیش لفظ کتاب کے آغاز میں شائع کیا جارہا ہے۔

ایک جلیانوالہ باغ کا رونا بھارت میں آج تک رویا جارہا ہے جو کشمیر کے مقابلہ میں تنکا بھی نہیں ہے وہاں تو جلیانوالہ باغ سے بدتر واقعات کو گلی کوچوں میں روزانہ کئی مرتبہ دہرایا جاتا ہے۔ کشمیر میں بے گناہوں کا خون پانی کی طرح بہہ رہا ہے، عورتوں کی بے حرمتی، نوجوانوں کا قتل عام اور بچوں کو زندہ جلانے کے واقعات روزمرہ کا معمول ہیں۔ کشمیر کے گلی کوچے، وادیاں اور پہاڑ اس وحشت و درندگی کی زندہ داستان ہیں۔ اب تو بھارتی فوج نے آزاد کشمیر کے سرحدی علاقوں میں بھی سویلین آبادی پر اشتعال انگیز فائرنگ کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ ہر روز درجنوں بے گناہ سویلین لوگ اس کے نتیجہ میں شہید یا زخمی ہو رہے ہیں۔ ہماری افواج کی ایک مجبوری یہ ہے کہ وہ جوابی کارروائی کریں تو اس سے بھی کشمیری ہی مرتے ہیں۔ اس لئے ان کے ہاتھ بھی بندھے ہوئے ہیں۔

کشمیری عوام پر بھارتی مظالم، بھارتی سیاستدانوں کے جنگی جنون پیدا کرنے والے بیانات، بھارت کا جوہری اسلحہ اور میزائل سازی کا پروگرام، پڑوسی ممالک کے ساتھ مخاصمانہ رویہ اور اس کے توسیع پسندانہ عزائم پورے خطہ کی امن و سلامتی کے لئے زندگی و موت کا مسئلہ بن چکے ہیں۔ یہ بڑی بدنصیبی ہے کہ بھارت سرکار سیاسی مسائل کا فوجی حل تلاش کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ وہ بھارت کی تقسیم کا بدلہ نہ صرف ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں سے لینا چاہتی ہے بلکہ ایسا لگتا ہے گویا سارا عالم اسلام اس کا ہدف ہے۔ بھارتی حکومت کے اس رویئے کی وجہ سے اس خطہ میں خونریز تنازعات کے پرامن سیاسی حل کے راستے مسدود ہو رہے ہیں اور نئی عداوتیں جنم لے رہی ہیں۔ بداعتمادی اور دشمنی کی ایسی فضا پیدا ہو رہی ہے جس نے اس خطہ کے عوام کو مسلسل غیر یقینی صورتحال سے دوچار کر رکھا ہے۔

پاکستان کے اندر بھی سیاسی و معاشی عدم استحکام کی سی کیفیت ہے۔ اس کی وجہ سے قوم ذہنی و فکری انتشار کی کیفیت سے دوچار ہو سکتی ہے۔ اس طرح وہ فضا پیدا نہیں ہو رہی ہے جو تحریک آزادی کشمیر کی بھرپور اخلاقی و سیاسی حمایت کیلئے سازگار اور اسے نتیجہ خیز بنانے کیلئے ضروری ہے۔ بڑھتے ہوئے سیاسی، گروہی اور فرقہ وارانہ اختلافات کی وجہ سے لوگوں کی توجہ ملک کی آزادی و خودمختاری اور سلامتی و دفاع کو درپیش مسائل سے ہٹ کر فروعی اور جزوی مسائل کی جانب مڑ سکتی ہے۔ اگر صورت حال یہی رہی تو بعید نہیں کہ خود مسئلہ کشمیر پر توجہ

کمزور پڑ جائے۔ بہت کم لوگوں کو اس کا احساس ہے کہ پاکستان کی سلامتی کا سنگین اور نازک ترین مورچہ کشمیر ہے۔ اگر خدانخواستہ اس مورچہ پر ہمیں پسپائی ہو گئی تو بھارتی عزائم کا راستہ روکنا ناممکن ہو جائے گا۔ کشمیر بلاشبہ پوری قوم کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔ اس اہم ترین قومی مسئلہ کے بارے میں ملک کے اندر اور باہر ہر قسم کی جدوجہد کو تیز کرنے کی ضرورت ہے۔

اس تناظر میں تحریک آزادی کشمیر اور اس کی قیادت کے ساتھ آپ کی جانب سے واضح اور دوٹوک الفاظ میں وابستگی اور یکجہتی کا اظہار کشمیر کے حریت پسند عوام کے لئے تاریک سرنگ کے کنارے پر امید کی روشن کرن ہے۔ بلاشبہ اس سے کشمیری عوام کے حوصلے بلند ہوئے ہیں، اور کشمیر کے مورچے میں پاکستان کی جنگ لڑنے والوں کے ہاتھ مضبوط ہوئے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ حضرات کشمیری عوام کی جدوجہد آزادی کی حمائت اسی طرح بھرپور قوت اور یقین کے ساتھ جاری رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا منصب عطا کیا ہے کہ آپ اپنے قلم کے ذریعے کشمیر پر بھارتی مظالم کو بے نقاب کر سکتے ہیں، بھارت کے جھوٹے پروپیگنڈے کا جواب دے سکتے ہیں اور مسئلہ کشمیر کے حل نہ ہونے کی وجہ سے علاقائی و عالمی امن کے لئے پیدا ہونے والے سنگین خطرات سے بین الاقوامی برادری کو بخوبی آگاہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے لئے جزائے خیر دے اور ہم سب کو کشمیر کی آزادی اور پاکستان کے ساتھ اس کے الحاق کے لئے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام

مخلص

8/2/96

(سردار محمد عبدالقیوم خان)

وزیر اعظم آزاد جموں و کشمیر

مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کے ۷ اور ۱۴ جنوری ۱۹۹۶ء کو بھارتی ٹی وی "زی" چینل سے نشر ہونیوالے انٹرویو کا مکمل متن

سردار محمد عبدالقیوم خان جموں و کشمیر کے اس حصے کے وزیر اعظم ہیں۔ جسے پاکستان میں آزاد کشمیر، ہندوستان میں پاکستانی مقبوضہ کشمیر کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سردار محمد عبدالقیوم نے اپنی سیاسی زندگی کی ابتداء آزاد جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے کی۔ صرف ۲۳ سال کی عمر میں ۴۸۔ ۱۹۴۷ء کے دوران ڈوگرہ راج نے انہیں باغی قرار دیا۔ پاکستان میں سردار محمد عبدالقیوم خان کو مجاہد اول کہا گیا۔ ۱۹۵۶ء میں سردار محمد عبدالقیوم خان نے کشمیر کی آزادی کے لئے المجاہد فورس بنائی۔ ۱۹۷۰ء میں یہ ایک بار پھر پاک مقبوضہ کشمیر کے صدر بنے۔ اب تک سردار محمد عبدالقیوم خان چار مرتبہ یہاں صدر رہ چکے ہیں۔ اس دوران پاکستان کی حکومتوں سے اختلاف کی وجہ سے انہیں کئی بار ہٹایا گیااور کئی بار جیل بھیجا گیا۔ ۱۹۹۱ء میں سردار محمد عبدالقیوم خان آزاد کشمیر کے چوتھے وزیر اعظم بنے۔ گزشتہ کچھ سالوں سے سردار محمد عبدالقیوم خان کشمیر کا مسئلہ قومی اور بین الاقوامی فورم پر اٹھاتے رہے ہیں۔

"آپ کی عدالت میں" سردار محمد عبدالقیوم خان اپنے مقدمے کی پیروی خود کریں گے، عدالت کے جج دوبئی سے شائع ہونے والے انگریزی اخبار "خلیج ٹائمز" کے اسسٹنٹ ایڈیٹر ماہر علی ہیں۔ جنتا کی طرف سے سوالات کا سلسلہ شروع کریں گے رجت شرما۔

سوال: سردار صاحب! جو لوگ آزاد کشمیر یا پاکستانی مقبوضہ کشمیر کو بہت دیر سے دیکھ رہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ صرف نام کے لئے آزاد ہیں۔ اصل میں اس کا نام غلام کشمیر اور آپ کا نام غلام وزیر اعظم ہونا چاہئے تھا۔

جواب: دیکھئے شرما جی! میں سمجھتا ہوں کہ جتنی آزادی، آزاد کشمیر میں ہے اتنی آزادی ہندوستان اور پاکستان کے صوبوں کے اندر بھی لوگوں کو حاصل نہیں ہے۔

سوال: کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جب اسلام آباد میں سرکار بدلتی ہے تو کشمیر ہاؤس میں بیٹھنے والا تبدیل ہو جاتا ہے؟

جواب: ایسا بھی کبھی کبھی ہوا ہے، مگر وہ ہماری نالائقی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

سوال: آپ پاکستان سے ڈر کر بول رہے ہیں۔

جواب: میرے بارے میں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں ڈرتا ہوں یا نہیں۔

سوال: ۱۹۶۱ء میں کے۔ ایچ خورشید صدر تھے۔ ان کو صرف اسلئے ہٹایا گیا تھا کہ وہ آزادی کی بات کرتے تھے اور پاکستان کے ساتھ رہ کر بھی ان کی بات نہیں سنتے تھے۔

جواب: آپ کی یہ بات بھی کسی حد تک درست ہے۔ خورشید صاحب نے ایک بالکل نئی فکر شروع کی تھی۔ آزاد کشمیر کے لوگ اس فکر کے خلاف تھے۔ اس لئے انتخابات میں لوگوں نے انہیں مسترد کر دیا تھا اس لئے انہیں ہٹانا پڑا تھا۔

سوال: کراچی سے Out Look نام کا ایک ہفت روزہ نکلتا ہے۔ ۱۹۶۴ء میں جب انہیں ہٹایا گیا تو اس نے لکھا تھا کہ چونکہ پاکستان کی سرکار کو آزاد کشمیر میں ایک کٹھ پتلی وزیر اعظم چاہیے اس لئے انہیں ہٹایا گیا ہے۔

جواب: میرے ساتھ کسی نے ایسا سلوک نہیں کیا اور نہ ہی میں اتنا کمزور ہوں کہ ایسا کرنے دیتا۔ یہ تو اپنے کام اور میرٹ کی بات ہے جو لوگ دوسروں کے بنائے ہوتے ہیں وہ اس طرح ہٹائے بھی جاتے ہیں۔ جو لوگ اپنی محنت سے بنتے ہیں ان کو ہٹانا البتہ مشکل ہوتا ہے۔

سوال: آپ کو بھی موقع دے کر کئی مرتبہ ہٹایا گیا۔

جواب: میں نہ صرف اپنی مدت پوری کر کے بلکہ میں اپنی ٹرم سے چھ مہینے زیادہ لے کر ہٹا تھا۔

سوال: کیا یہ بات درست نہیں ہے کہ اسلام آباد سرکار سے ہم آہنگی رکھنے والے لوگ ہی کشمیر ہاؤس میں بیٹھ سکتے ہیں۔

جواب: پاکستان سرکار ہمارے اتنے قریب ہے اور ہمارے معاملات ان کے ساتھ اس طرح ہیں کہ یہ ہم آہنگی ہونا ضروری ہے۔ یہ بات ماننی چاہیے۔

سوال: کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آزاد کشمیر کے آئین کے تحت کوئی شخص وزیر اعظم، صدر یا MLA نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ پاکستان کی آئیڈیالوجی کو نہ مانتا ہو۔

جواب: اس میں پاکستان کی حکومت کا کوئی قصور نہیں ہے۔ اگر یہ قصور ہے تو میرا ہے۔ ۱۹۷۱ء میں جب میں آزاد کشمیر کا صدر بنا تھا، اس وقت یہ شق میں نے آئین میں داخل کی تھی۔ پاکستان کی حکومت یا کسی سیاسی جماعت کی طرف سے اس قسم کا کوئی مطالبہ نہیں تھا۔ یہ بات میں نے شروع کی تھی اور اس لئے شروع کی تھی کہ اگر ایسا نہ کرتے تو ہمارے ہاں بھی بنگلہ دیش کی طرح کی صورت حال پیدا ہو جاتی۔ اس قسم کی مشکلات کو روکنے کے لئے میں نے ایسا کیا تھا۔

سوال: آپ نے یہ اس لئے کہا کہ آپ کی کرسی سلامت رہے۔

جواب: اس کے بعد میری کرسی سلامت نہیں رہی۔ مجھے نہ صرف اقتدار سے ہٹایا گیا بلکہ قید کیا گیا۔ میرا اس بات پر پورا یقین ہے کہ ایسا کر کے میں نے آزاد کشمیر کو مستحکم کیا ہے۔ دیکھیئے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر آزاد کشمیر سیاسی طور پر مستحکم نہیں ہو گا تو اس کا نقصان دونوں طرف ہو گا۔

سوال: یہ کیسا استحکام ہے کہ سرکار آپ کی ہو اور چیف سیکرٹری، آئی جی پولیس اور انتظامیہ کی تقرری اسلام آباد سرکار کرے۔

جواب: وہ یہ فیصلہ ہمارے مشورے سے کرتے ہیں اور ایسا پاکستان کے ساتھ تعلق برقرار رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ اگر پاکستان کے ساتھ ہمارا یہ تعلق نہ ہوتا تو ہم ایک علیحدہ مملکت بن جائیں گے اور پھر اس کے نتیجے میں وہی جھگڑے اور فساد ہوں گے جو بنگلہ دیش میں ہوئے۔ اس طرح سارا خطہ غیر مستحکم ہو سکتا ہے۔

سوال: پھر آپ کو آزادی تو نہ ہوئی۔

جواب: مجھے مکمل آزادی ہے۔ میرے معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کرتا۔

سوال: کشمیر کونسل کا دفتر اور مشیر اسلام آباد میں ہیں۔

جواب: دیکھئے! وزیراعظم پاکستان کشمیر کونسل کے سربراہ ہیں۔ کونسل کے اختیارات محدود ہیں۔ کونسل کو آزاد کشمیر میں قانون سازی کے کوئی اختیارات نہیں ہیں۔ حکومت پاکستان کے ساتھ ہمارا ایک معاہدہ ہے جس کے تحت دفاع، خارجہ امور اور کونسل کے معاملات ان کے اختیار میں ہیں۔ ہمارا آئین اس معاہدے کے تحت بنایا گیا ہے۔ اس میں کوئی نئی بات نہیں ہے۔

سوال: غلامی یا کنٹرول آئین کی شکل میں ہو تو اس کو آئین تو نہیں کہیں گے۔

جواب: یہ غلامی نہیں ہے۔ بلکہ یہ انتظامی امور کو چلانے کا ایک طریقہ ہے۔

سوال: پھر اس کو آزاد کشمیر کیوں کہتے ہیں۔

جواب: اس لئے کہ اس کو ہم نے لڑ کر آزاد کروایا ہے۔ اس سرزمین کے ایک ایک انچ پر ہم نے لڑائی لڑی ہے۔ اس کو آزاد کرا کر ہم نے یہاں اپنی مرضی کی حکومت قائم کی ہے۔ اپنی مرضی سے ہم نے حکومت پاکستان کے ساتھ معاہدہ کیا ہے۔

سوال: اپنی مرضی سے آپ نے اپنے اوپر پابندیاں لگوائیں۔

جواب: جی ہاں، بالکل! یہ پابندیاں لگانی چاہئیں تھیں۔ مادر پدر آزادی تو دنیا میں کسی جگہ نہیں ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ چند ممالک میں لوگ غیر تحریری قانون پر خود ہی عمل کرتے ہیں۔ ہم چونکہ غلامی سے آزاد ہوئے ہیں اور پوری طرح شاید پاکستان اور بھارت میں کوئی بھی آزاد نہیں ہے۔ اسلئے لکھ پڑھ لیتے ہیں تاکہ بھول نہ جائیں۔ ورنہ یہ انتظام تو ہر جگہ کرنا پڑیگا۔ میں ذاتی طور پر اس بات کا قائل ہوں۔ اس میں غلامی کی بات نہیں ہے۔ جتنی آزادی مجھے حاصل ہے شاید ہی کسی کو حاصل ہو۔

سوال: آپ کی ریاست کی زمین پر اسلام آباد سرکار قبضہ کرے تو............

جواب: قبضہ بالکل نہیں کیا ہوا ہے۔ معاہدہ کراچی کے تحت وفاقی حکومت کو کچھ اختیارات حاصل ہیں۔ اس کے تحت آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات کے اختیارات کا تعین کیا گیا ہے۔ گلگت بلتستان کو صوبہ نہیں بنایا گیا ہے۔ یہ وفاق کے زیر انتظام علاقہ ہے اور یہ ایک سمجھوتہ کے تحت کیا گیا تھا۔

سوال: یہ جو معاہدے کئے گئے ہیں، اختیارات دیئے گئے ہیں اور کونسل بنائی گئی ہے کیا اس میں لوگوں کی رائے شامل ہے۔

جواب: یہ انتظام عوامی نمائندوں کی رائے سے کیا گیا ہے۔ جمہوریت کا معروف طریقہ یہی ہے کہ لوگوں کی رائے کا اظہار ان کے نمائندوں کے ذریعے ہوتا ہے۔

سوال: اگر نمائندے کٹھ پتلی بن جائیں تو۔

جواب: اگر ایسا ہو تو Hell with them۔ وہ انتخابات میں اس کا نتیجہ بھگتتے ہیں۔

سوال: لوگ کہتے ہیں کہ منگلاڈیم ان کا ہے اور بجلی لاہور اور کراچی کو دی جاتی ہے۔ اس کی رائلٹی بھی آپ کو نہیں ملتی۔

جواب: ہم اس ڈیم کا کیا کریں گے۔ آزاد کشمیر میں بجلی کی ضرورت دو سو میگاواٹ سے بھی کم ہے۔ باقی بجلی کو ہم کیا کریں گے۔ کوئی کھا جائیں گے۔ وہ سارے ملک کے لئے ہے۔ اس میں کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ رائلٹی کے بارے میں ہمارا وفاقی حکومت کے ساتھ جھگڑا چل رہا ہے۔ میں وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ وہ وقت آرہا ہے کہ وہ پچھلے بقایا جات کے ساتھ ان کو ادا کرنا پڑے گی۔ آزاد کشمیر آپ سے دور نہیں ہے۔ آپ وہاں آکر حالات خود دیکھ لیں کہ کہاں پر آزادی نہیں ہے۔ پھر میں بتاؤں گا کہ ہے کہ نہیں ہے۔

سوال: اخبار والے جب وہاں جاتے ہیں تو آپ کی مہمان نوازی سے بہت خوش ہوتے ہیں۔ لیکن جب انہیں خبر بھیجنا ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس پر آپ کا نہیں آئی۔ ایس۔ آئی کا کنٹرول ہے۔

جواب: دیکھئے، یہ دوطرفہ معاملہ ہے۔ جو صحافی پاکستان سے بھارت جاتے ہیں ان کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے اسی طرح کا سلوک بھارتی صحافیوں کے ساتھ آزاد کشمیر میں کیا جاتا ہے۔

سوال: آپ کا کنٹرول نہیں ہے اگر خبر بھیجنی ہو تو۔

جواب: خبر دینے میں کوئی منع نہیں کرتا۔ خبریں کہاں رکتی ہیں۔ ایک جگہ رک بھی جائیں تو دوسری جگہ سے چلی جائیں گی۔ خبریں تو وہاں سے جاتی ہی رہتی ہیں۔

سوال: یہ جسے آپ آزاد کشمیر نہیں مانتے۔ اس میں اگر اخبار والے چاہیں تو کسی بھی ضلع سے اور کہیں بھی جاکر رپورٹ کر سکتے ہیں۔ خبریں دے سکتے ہیں۔ ان پر کوئی روک نہیں ہے۔

جواب: ابھی تو اخبار والے زیرِ عتاب ہیں لیکن جب کبھی وہ یہ کر سکتے تھے، کرتے تھے۔ اس وقت یہاں بھی کوئی پابندی نہیں تھی۔

سوال: بلجیم کی رہنے والی ایک انسانی حقوق کی کارکن آزاد کشمیر گئی تھیں۔ انہوں نے رپورٹ میں کہا ہے کہ آزاد کشمیر کے لوگوں کو اگر وہ اپنے آپ کو پاکستان کا شہری نہ کہیں تو کوئی سہولت نہیں ملتی حتیٰ کہ سکولوں میں داخلہ تک نہیں ملتا۔

جواب: اچھا ہوتا آپ یہ سوال نہ کرتے۔ صحافی حضرات درمیان میں آتے ہیں اور ان کے بارے میں تبصرہ کرنا اچھا نہیں لگتا۔ جس طریقے سے چوری چھپے وہ خاتون وہاں گئیں اگر انہیں کوئی مار دیتا تو کوئی مقدمہ بھی درج نہ ہوتا۔ وہ خاتون تو ایک منصوبے کے تحت وہاں اسی مقصد کے لئے بھیجی گئی تھیں کہ اس قسم کی رپورٹ دے۔ آزاد کشمیر کے اندر دنیا بھر سے صحافی جاتے ہیں ان میں مسلمان اور غیر مسلم سب شامل ہوتے ہیں مگر ایسی غلط بات تو کوئی نہیں کر سکتا۔

سوال: اس میں غلط بات کیا ہے۔ آپ نے نعرہ لگایا تھا کشمیر بنے گا پاکستان۔

جواب: آزاد کشمیر کی آزادی بنیادی طور پر الحاق پاکستان کے نام پر ہوئی ہے۔ یہ نعرہ لگانے والوں کی آزاد کشمیر میں بھاری اکثریت ہے۔ یہ ایک جماعت کا سیاسی نظریہ ہے۔ ہم نے اس کے خلاف بات کرنے کو کوئی جرم قرار نہیں دیا۔

سوال: بجٹ، دفاع، پولیس اور انتظامی کنٹرول سب کچھ پاکستان کے پاس ہے۔ آپ پھر بھی اسے آزاد کشمیر کہتے ہیں۔

جواب: وہاں پر چیف سیکرٹری اور آئی جی پولیس میں خود تعینات کرتا ہوں۔ حکومت پاکستان ہمارے مشورہ سے آفیسران کی فہرست بھیجتی ہے اور اس سے ہم انتخاب کرتے ہیں۔ کئی مرتبہ ہم ان کی بھیجی ہوئی فہرست کو قبول نہیں کرتے۔ بھٹو مرحوم کے دور میں ایک چیف سیکرٹری کو میں نے آزاد کشمیر سے نکال دیا تھا۔

سوال: پھر بھٹو صاحب نے آپ کو نکال دیا۔

جواب: میں اپنی مدت پوری کر کے بلکہ چھ ماہ زیادہ لگا کر گیا تھا۔ دیکھیئے شرماجی سیاست کوئی پاکیزہ کھیل نہیں ہے۔ آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔ یہ کوئی پاکیزہ کھیل ہے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہوگی۔ یہ تو خرابیوں کا کھیل ہے۔ حکمت اور جوانمردی کی بات ہے۔ کم ہمت اور احمق اس میں نہیں کھیل سکتا۔

سوال: سردار صاحب! یہ تو آپ مانتے ہیں کہ پورے کشمیر میں دہشت گردی کے واقعات ہو رہے ہیں اور فوجی ایکشن سے لوگ مارے جا رہے ہیں۔

جواب: یہ درست ہے کہ لوگ مر رہے ہیں، مارے جا رہے ہیں البتہ اس کو دہشت گردی کہنا مشکل ہے۔ بعض لوگوں کے لئے یہ دہشت گردی ہے تو دوسروں کے لئے یہ آزادی کی جدوجہد ہے۔

سوال: کیا یہ بات صحیح ہے کہ کشمیر میں پہلی بار اگر کسی نے بندوق اٹھائی تھی تو وہ آپ نے اٹھائی تھی۔

جواب: جی ہاں! میں نے اٹھائی تھی یہ بالکل صحیح ہے۔

سوال: تو یہ تسلیم کیا جائے کہ خون خرابے کا سلسلہ شروع کرنیکی ذمہ داری آپ پر ہے۔

جواب: ہم نے جو بندوق اٹھائی تھی، اس میں کسی قسم کی دہشت گردی شامل نہیں تھی۔ نہ کوئی ذاتی مقصد تھا وہ ایک ایسی تحریک تھی جو ہم پر مسلط کی گئی تھی اور اس کے جواب میں ہم نے بندوق اٹھائی تھی۔

سوال: بندوق کا جو سلسلہ اس وقت شروع ہوا تھا وہ آج تک چل رہا ہے۔ بھارتی سرکار کا الزام ہے کہ جب پاکستان کی خفیہ ایجنسی آئی۔ ایس۔ آئی نے یہ طے کیا کہ کشمیر میں عسکریت پیدا کرنی چاہیے، کشمیر میں دنگا فساد کرنا ہے، کشمیری لوگوں کو مارنا ہے اس وقت آپ نے تین عسکری گروپوں کو اکٹھا کر کے ایک گروپ بنایا۔

جواب: مشکل یہ ہے کہ آپ پچاس سالہ پرانی بات کر رہے ہیں۔ اس وقت آئی۔ ایس۔ آئی نہیں تھی۔ آئی۔ ایس۔ آئی تو کل کی بات ہے۔

سوال: میں اس کی بات نہیں کر رہا ہوں بلکہ ابھی کی بات کر رہا ہوں۔ ابھی پانچ چھ سال پہلے جو دہشت گردی شروع ہوئی اس وقت آپ نے کئی تنظیموں کو اکٹھا کر کے تنظیم بنائی تھی۔ میں اس کی بات کر رہا ہوں۔

جواب: ۱۹۶۸ء میں ہم نے الجاہد کے نام سے ایک گروپ بنایا تھا۔ ۷۲۔ ۱۹۷۱ء کے دوران ہم نے اسے توڑ دیا تھا۔ اسکے بعد لڑنے کیلئے ہم نے کوئی گروپ نہیں بنایا۔

سوال: لیکن میرے پاس تنظیموں کے نام ہیں۔ المصطفیٰ، لبریشن فائٹرز، العمر کمانڈوز اور المجاہدین فی الاسلام۔ ان کو ختم کر کے آپ نے المجاہد فورس بنائی تھی۔

جواب: نہیں یہ بات صحیح نہیں ہے۔ وہ چھ سات تنظیمیں اکٹھی ہونا چاہتیں تھیں انہوں نے خود اپنے لئے المجاہد کا نام تجویز کیا۔ میں نے یہ اعلان کیا تھا کہ میں اس کا سربراہ نہیں ہوں۔ یہ وہ المجاہد نہیں تھی جو میں نے بنائی تھی۔

سوال: کیا یہ بات درست نہیں ہے کہ آزاد کشمیر کو پاکستان نے اپنی نو آبادی کے طور پر استعمال کرتے ہوئے وہاں پر کیمپ لگائے ہیں۔ ان کیمپوں میں لوگوں کو تربیت دی جارہی ہے۔

جواب: ہمیں کوئی نو آبادی نہیں بنا سکا۔ جن لوگوں نے اس سرزمین کا ایک ایک انچ لڑ کر آزاد کروایا ہو، اس بہادر قوم کو یہ کہنا کہ وہ کالونی بن گئی ہے۔ تاریخی مذاق ہے۔

سوال: کالونی کی بات آپ نہیں مانتے مگر کیا پھر بیس کیمپ بن گیا۔

جواب: ہم خود چاہتے تھے کہ آزاد کشمیر تحریک آزادی کشمیر کا بیس کیمپ ہو۔ حکومت پاکستان نے البتہ ہمیشہ کوشش کی ہے کہ یہاں بیس کیمپ نہ بنے۔

سوال: کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ وہاں پر بھارتی اخبار نویسوں اور امریکن اخبار نویسوں نے ایسے کیمپ دیکھے ہیں جنہیں حکومت کی اشیرباد حاصل ہے۔

جواب: کیمپ وہاں یقیناً تھے۔ آج بھی ہیں لیکن یہ ان لوگوں کے کیمپ ہیں جو بھارت کے ظلم و جبر سے تنگ آکر ہجرت کر کے یہاں آئے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ واپس چلے جاتے ہیں اور بعض یہیں ہیں۔ ایک ایک بین الاقوامی اخبار نویس نے رپورٹ دی ہے کہ آزاد کشمیر میں کوئی تربیتی کیمپ نہیں ہے۔

سوال: سردار صاحب! کیا یہ سچ نہیں ہے کہ کشمیریوں کو جو اسلحہ ملتا ہے AK47 رائفل اور گرینیڈ ملتے ہیں ان کی سپلائی آزاد کشمیر سے ہوتی ہے۔

جواب: یہ کہنا اچھا نہیں لگتا آپ پیسے مہیا کر دیں میں انڈین آرمی کا اسلحہ مقبوضہ کشمیر میں مہیا کر سکتا ہوں۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ آج اسلحہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

یہاں دوبئی، فرانس، جرمنی میں بیٹھ کر آپ یہ کام کرسکتے ہیں۔ آپ اسلحہ کمپنی کو پیسے دے دیں وہ آپ کی بتائی ہوئی جگہ پر اسلحہ پہنچا دیں گے۔ آپ پاکستان میں کسی شادی بیاہ کی تقریب میں چلے جائیں تو سو دو سو کلاشنکوفیں وہاں نظر آجائیں گی اس لئے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ پاکستان کی حکومت وہاں اسلحہ بھیجنے کی غلطی کیوں کرے گی۔

سوال: راستہ تو آزاد کشمیر ہے نا۔

جواب: راستہ تو آزاد کشمیر ہے اور وہ کھلا رہے گا۔ میں واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔ پاکستان کی جو حکومت اس کو بند کرے گی وہ ہندوستان کی جنگ اپنی سرزمین پر لڑے گی اگر کوئی حکومت کر سکتی ہے تو بڑے شوق سے کرے ہم یہ بند نہیں ہونے دیں گے۔ جب تک وہ ظلم و ستم جاری ہے۔

سوال: آپ کو یہ تسلیم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ تو نہیں ہے کہ آزاد کشمیر کی سرزمین کا استعمال عسکریوں کو اسلحہ دینے اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ہے۔

جواب: آزاد کشمیر کی سرزمین کا استعمال ہر کشمیری کا پیدائشی حق ہے۔ خواہ وہ کشمیری آزاد کشمیر کا ہو یا مقبوضہ کشمیر کا۔ کشمیریوں کو یہ سرزمین استعمال کرنے کا حق اقوام متحدہ نے دیا ہے۔ پاکستان اور بھارت نے انہیں یہ حق نہیں دیا۔

سوال: وہاں پر لوگ آئیں ان کو تربیت دیں ان کو بندوق دیں۔

جواب: تربیت دیں نہیں۔ اگر وہ تربیت کہیں سے لے سکتے ہیں تو لیں، میں ان کو تربیت نہیں دیتا ہوں۔ آزاد کشمیر میں کم از کم ڈیڑھ لاکھ ریٹائرڈ فوجی صرف میرے ایک ضلع میں ہوں گے۔ اگر وہ کوئی تربیت لینا چاہتے ہیں تو بڑے شوق سے لیں لیکن ہم نہ تربیت دیتے ہیں نہ ہتھیار سپلائی کرتے ہیں۔

سوال: لیکن اس کے لئے اپنا Blessing دے دیتے ہیں۔

جواب: میں نے امریکہ میں بھی کہا تھا کہ اگر آپ کی ماؤں اور بہنوں کے ساتھ وہ سلوک ہو جو میری ماؤں بہنوں کے ساتھ ہوتا ہے تو وہ کیا کریں گے۔ جب تک ظلم و جبر جاری ہے تب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اس پر کوئی معذرت نہیں ہے۔

سوال: سردار صاحب! اگر ہندوستان کی سرکار اس طرح لوگوں کو تربیت دے اور اسلحہ دے کر............

جواب: ہندوستان کی سرکار یہ کام کرتی ہے۔ انہوں نے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش نہیں بنایا، کراچی میں جو ہورہا ہے اس میں بھارتی سرکار شامل نہیں ہے۔ یہ سب ان کا کیا دھرا ہے سارا سو فیصد۔ دیکھیے ہم ایک ہی جنس کے لوگ ہیں ہندوستان بے شک بڑا ہے مگر وہ اپنی بڑائی کی بنیاد پر ہمیں فتح نہیں کر سکتا۔ ہم ایک ہی جنس کے لوگ ہیں اگر ہم لڑیں گے تو دونوں تباہ ہو جائیں گے ایک بھی آرام سے نہیں بیٹھے گا۔

سوال: سردار صاحب! آپ سنجیدگی سے یقین رکھتے ہیں کہ بھارتی حکومت کے خلاف آپ تشدد کے ذریعے اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔

جواب: بالکل نہیں! میں تو شروع سے بار بار کہتا ہوں کہ اس کا حل پر امن سیاسی ذرائع سے ہونا چاہیے لیکن اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے جیسی اب ہے پھر کوئی کیا کر سکتا ہے۔ اس وقت ہماری ماؤں بہنوں کے ساتھ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی اور کی ماؤں بہنوں کے ساتھ ہو تو اس کا کیا ردعمل ہو گا۔ ہندوستانی فوج عسکریوں کو مارے مگر پر امن سویلین لوگوں کا کیا قصور ہے جو فوج کے ہاتھوں مارے جا رہے ہیں۔ یہ لوگ صدیوں سے پر امن رہے ہیں۔ انہوں نے تو کبھی بندوق کا نام ہی نہیں سنا ہے۔ ان کا جو حشر ہو رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ پھر بھی ہم پر الزام ہے کہ ہم ان کی مدد کیوں نہیں کرتے ہم تو نالائق ہیں، ہمارے پاس مدد کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ورنہ ہم افغانستان کی طرح ڈنکے کی چوٹ پر ان کی مدد کرتے۔ اگر میں جوان ہوتا، میری عمر بائیس چوبیس پچیس برس ہوتی تو میں خود جا کر وہاں لڑتا۔ میں تو جا نہیں سکتا میری مجبوری ہے۔

سوال: سردار صاحب! آپ کے جو بیٹے ہیں عتیق صاحب، آپ نے ان کو عسکریت کو فنڈنگ کی ذمہ داری دے دی ہے۔

جواب: اس کے ذمہ عسکریت یا فنڈز کا کام نہیں ہے وہ صرف سیاسی کام کرتا ہے۔ اس کا بھی جسمانی روگ ہے۔ میں نے اسے کہا تھا کہ جانا چاہے تو بڑے شوق سے چلا جائے۔

سوال: ایک بار وادی سے ہو کر بھی آئے ہیں۔

جواب: اسے جوڑوں کی تکلیف ہے اس وجہ سے چل نہیں سکتا تھا اس لئے نہیں گیا۔

سوال: سردار صاحب آپ نے کہا کہ آپ جوان ہوتے تو بندوق خود اٹھا کر لڑتے۔

جواب: شرما جی! میں بالکل خود جا کر لڑتا۔ میں دیانت داری سے آپ کو کہتا ہوں کہ اس میں کوئی لگی لپٹی نہیں ہے۔ اگر میں جوان ہوتا تو اسی طرح بندوق لے کر جاتا جس طرح ۱۹۴۷ء میں گیا تھا۔

سوال: سردار صاحب! پاکستان، ہندوستان اور کشمیر کے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کی کوشش رہتی ہے کہ آپ اقتدار میں رہیں۔ کبھی وزیراعظم بن جائیں اور کبھی صدر۔ اس کے لئے جو بھی سمجھوتہ کرنا پڑے، سلامی بجالانی پڑے بجالاتے رہتے ہیں۔

جواب: افسوس ہے کہ آپ یہ سوال ایک ایسے آدمی سے پوچھ رہے ہیں جس کی ساری پچاس سالہ زندگی کھلی کتاب کی طرح ہے۔ اس کا کوئی گوشہ خفیہ نہیں ہے اور نہ ہی کچھ پردے میں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے کبھی اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ یہ بات میں آپ کو بتاتا چلوں کہ جو سیاست دان اصولوں پر سمجھوتہ کرتا ہے وہ بے اصول ہو جاتا ہے اور کہیں کا نہیں رہتا۔ نہ اس دنیا کا نہ اس دنیا کا۔ البتہ حکمت عملی میں سمجھوتہ کرنا کوئی بری بات نہیں ہے۔ جو شخص سیاست میں حکمت عملی سے سمجھوتہ نہیں کرتا وہ سیاست دان نہیں بیوقوف ہے۔ اس کو سیاست نہیں کرنی چاہیے کوئی اور کام کرنا چاہئے۔

سوال: آپ تاریخ کی بات کر رہے ہیں۔ میرے پاس لیفٹننٹ جنرل چشتی کی کتاب "بھٹو، ضیاء اور میں" ہے۔ اس نے اس میں آپ کے بارے میں لکھا ہے۔

جواب: وہ میرے بڑے واقف ہیں۔

سوال: ایسے ہی لگتا ہے۔ آپ کے بارے میں کافی لکھا ہے۔

جواب: آپ نے وہ پڑھا ہے جو میں نے ان کے بارے میں لکھا ہے۔ اچھا ہوتا کہ آپ وہ بھی پڑھ لیتے۔

سوال: "بھٹو، ضیاء اور میں" میں انہوں نے لکھا ہے کہ آپ پر کرپشن کے الزام لگے تھے۔ سرکاری پیسہ اور اختیارات کے ناجائز استعمال کے الزامات تھے۔ جنرل ضیاء نے اس پر ایکشن لینا چاہا اور آپ کے خلاف الزامات کی تحقیقات کے لئے ٹربیونل قائم کرنا چاہا تو آپ نے ان کو خط لکھا۔ وہ خط انہوں نے پورا چھاپا ہے۔

جواب: میں نے ضیاء کو اس بارے میں کوئی خط نہیں لکھا۔ البتہ میں نے مفتی محمود مرحوم کو خط لکھا تھا۔ اگر یہ خط وہی ہے جو میں نے مفتی محمود مرحوم کو لکھا تھا تو اس کا سبب یہ تھا کہ ہم پاکستان قومی اتحاد میں ان کے ساتھ رہے تھے۔ بعد میں ہوا یہ کہ یہ سب لوگ اقتدار میں شریک ہو گئے اور میرے خلاف ٹربیونل قائم کر کے تحقیقات شروع کر دی گئیں۔ یہ تحقیقاتی ٹربیونل میرے خلاف اس لئے قائم کیا گیا تھا کہ میں نے بھٹو مرحوم کے بارے میں خط لکھا تھا کہ انہیں پھانسی نہ دی جائے۔

سوال: آپ نے ان کو اپنے خط میں یہ لکھا تھا کہ آپ کے خلاف تحقیقاتی ٹربیونل قائم نہ کیا جائے۔

جواب: نہیں! میں نے یہ بات بالکل نہیں لکھی تھی۔ شرما جی! میں ایک سیاستدان ہوں۔ یہ بڑی بے انصافی ہے کہ ایک سیاستدان کا محاسبہ بیوروکریٹس کریں جو سرکاری ملازم ہیں۔ میں نے کہا کہ میں ایک بیوروکریٹ کے سامنے محاسبے کے لئے نہیں پیش ہوں گا۔ جو مرضی ہے میرے خلاف فیصلہ کر لیں۔ انہوں نے میرے خلاف جو ٹربیونل قائم کیا اس کا سربراہ ایک بریگیڈیئر تھا۔ یہ ایک اصولی بات تھی کہ میں اس کے سامنے پیش نہ ہوں۔ بعد میں انہوں نے ہائی کورٹ کے جج کی نگرانی میں ٹربیونل تشکیل دیا۔ اس جج کی شہرت یہ تھی کہ وہ بڑے سخت مزاج کے ہیں۔ اس ٹربیونل نے میرے خلاف تحقیقات کی اور میرے حق میں فیصلہ دیا۔ جنرل ضیاء مرحوم نے کہا تھا کہ اگر سردار قیوم کے خلاف الزامات ثابت نہ ہوئے تو وہ میرے گھر آ کر معافی مانگیں گے۔ اس موقع پر ایک بڑا عجیب واقعہ ہوا۔ جب فیصلہ ہونے لگا تو سب کا خیال یہی تھا کہ وہ میرے خلاف ہو گا۔ تمام ذرائع ابلاغ کو تیار رکھا گیا تھا کہ میرے خلاف ہونے والے فیصلہ کی بڑی پبلسٹی کی جائے۔ جب فیصلہ ہوا تو

ذرائع ابلاغ نے اس کو بہت نمایاں طور پر اجاگر کیا اور اس کے لئے بعض لوگوں کی بازپرس کی گئی۔ جہاں تک جنرل چشتی کا تعلق ہے یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ اس سے زیادہ مسترد شدہ آدمی پاکستان بھر میں شاید ہی کوئی ہو۔ اس کی کتاب کا حوالہ دینا آپ جیسے آدمی کے لئے ویسے بھی ٹھیک نہیں ہے۔ آپ پاکستان میں کسی جگہ بھی جاکر لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھیں آپ کو معلوم ہو گا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

سوال: لگتا ہے کہ وہ آپ سے کچھ ناراض تھے۔

جواب: جی ہاں وہ بہت سخت ناراض تھے۔ وہ آزاد کشمیر کا صدر بننا چاہتے تھے۔ ایک اعلیٰ سطح کی میٹنگ میں انہوں نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ وہ آزاد کشمیر کا صدر بننا چاہتے ہیں۔ میں نے انہیں کہا کہ آپ تو آزاد کشمیر کے شہری ہی نہیں ہیں، آپ کیسے آزاد کشمیر کے صدر بن سکتے ہیں۔ اس طرح کئی اندرونی جھگڑے چلتے رہے ہیں۔

سوال: آپ کے جو صدر ہیں سردار سکندر صاحب انہوں نے آپ کے خلاف لمبی چوڑی چارج شیٹ لگا دی ہے۔

جواب: جی ہاں! وہ میرے صدر ہیں۔ میں ان کی عزت کرتا ہوں۔ یہ بات یاد رکھئیے کہ ہم ایک بڑی سیاسی جماعت ہیں جس کا دائرہ کشمیر، پاکستان اور پاکستان سے باہر بہت دور دراز تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ گاڑی چلانا جانتے ہیں۔ اگر آپ نہیں جانتے تو یہاں جو دانشور ہیں ان کو معلوم ہو گا اگر ایک ڈرائیور گاڑی چلا رہا ہو اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا ڈرائیور بیٹھا ہو تو اسے خواہ مخواہ احساس ہوتا رہتا ہے کہ گاڑی ٹھیک نہیں چل رہی ہے۔ سردار سکندر حیات خان چونکہ وزیراعظم رہے ہیں اور آج کل وہ صدر ہیں اس لئے ان کو کئی باتوں میں خرابی لگتی ہے۔ ہم ان کے اعتراضات کا جائزہ لیتے رہے ہیں، اور جو چیزیں ٹھیک نہیں ہوتیں وہ ٹھیک کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا میں نے کسی الزام کا جواب نہیں دیا، نہ اعتراض کیا اس طرح کی بات ہمارے اور ان کے درمیان چل رہی ہے۔

سوال: خاموش رہنے سے لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ الزام سچے ہیں۔

جواب: سمجھتے رہیں۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

سوال: وہ کہتے ہیں کہ اختیارات کا ناجائز استعمال کیا جارہا ہے۔ ہیلی کاپٹر اتنا استعمال کیا جاتا ہے کہ اس سے کئی پرائمری سکول بن سکتے ہیں۔

جواب: میں کوئی غلام نہیں ہوں، میرے بس میں ہو تو دس ہیلی کاپٹر استعمال کروں۔ میں آزاد ملک کا وزیراعظم ہوں۔ جہاں ہیلی کاپٹر پر جانا ہو وہاں پیدل چل کر نہیں جاسکتا اور پھر اس سے کام بھی متاثر ہوتا ہے۔ میرے ہیلی کاپٹر استعمال کرنے پر کوئی پیسہ بھی خرچ نہیں ہوتا۔

سوال: پانی سے تو نہیں چلتا ہوگا سردار صاحب!

جواب: ہیلی کاپٹر مجھے وفاقی حکومت نے الاٹ کیا ہوا ہے۔ وفاقی حکومت اس کے اخراجات برداشت کر رہی ہے۔

سوال: اس سرکار سے انہوں نے شکایت کی ہے کہ ان کے خرچ بہت ہیں۔

جواب: وہ سرکار جانے اور وہ جانیں وہ آپس میں کرتے رہیں۔ اس کا ہمیں کیا فیصلہ کرنا ہے۔ دیکھیئے جدید زمانے میں یہ کوئی اعتراضات نہیں ہیں۔

سوال: یہ آزاد کشمیر کے صدر صاحب کے الزامات ہیں کوئی میرے الزامات تو نہیں ہیں۔

جواب: اس سے میری Creditability پہ کوئی حرف نہیں آیا نہ میری Integrity پر کوئی حرف آتا ہے۔

سوال: آپ کے جو صدر صاحب ہیں ان کی Creditability پر تو حرف آتا ہے۔ اگر یہ الزامات نہیں ہیں اور وہ ایسے ہی بولتے جارہے ہیں۔

جواب: اطلاعات کی بات ہوتی ہے۔ بعض اوقات بات غلط ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے معاملہ کہاں سے کہاں تک چلا جاتا ہے۔

سوال: ایسا تو نہیں ہے کہ وہ وزیراعظم بننا چاہتے ہیں۔

جواب: اگر وہ وزیراعظم بننا چاہتے ہیں تو میں ان کے لئے وزارت عظمیٰ چھوڑ دوں گا۔ میں پھر آپ سے کہتا ہوں کہ اگر وہ وزیراعظم بننے کے خواہش مند ہوں تو میں اسی وقت یہ عہدہ چھوڑ دوں گا وہ بن جائیں۔

سوال: کبھی کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ آپ سیاست میں سمجھوتے کرتے ہیں۔ اس لئے بار بار پاکستان کی سرکار آپ کو وفد کا ممبر بنا کر ساری دنیا میں گھماتی ہے۔ تاکہ ان کی جو آئیڈیالوجی ہے اس کے مطابق آپ اس پر بات کریں۔

جواب: شرماجی! میں آپ کو ایک اصولی بات بتاؤں۔ اصول کی بات یہ ہے کہ جو لوگ اقتدار کے لئے سمجھوتے کرتے ہیں وہ بالاخر ذلیل ہو کر اقتدار سے نکلتے ہیں۔ اقتدار میں وہی لوگ رہتے ہیں جو اقتدار پر سمجھوتہ نہیں کرتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مجھے صرف ایک مرتبہ پاکستان کے سابق وزیر اعظم میاں نواز شریف سرکاری وفد میں اپنے ہمراہ ڈاکار لے گئے تھے۔ اس کے سوا میں پاکستان کے کسی سرکاری وفد میں شامل نہیں رہا ہوں۔ اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ میں کشمیر کاز بحثیت کشمیری زیادہ بہتر طریقے سے پیش کرتا ہوں، بمقابلہ اس کے کہ میں پاکستان کے وفد کا ممبر بن کر پیش کروں۔

سوال: اس لئے وزیر اعظم بے نظیر بھٹو آپ سے ناراض رہتی ہیں چونکہ آپ تھرڈ فورس کی بات کرنے لگے ہیں۔

جواب: نہیں! تھرڈ فورس بھی نہیں ہے۔ ہم بالکل وہی فورس ہیں۔ مجھے تو سمجھوتے کرنے کی کبھی ضرورت نہیں پڑی۔ البتہ جو بات صحیح ہے۔ بعض ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جن پر بے نظیر صاحبہ کے اپنے لوگ ناراض تھے۔ میں نے ان کو سپورٹ کیا لیکن سمجھوتہ کرنے کیلئے نہیں کیا میں محسوس کرتا تھا کہ یہ بات اس طرح ہونی چاہیے۔

سوال: کیا آپ یہ بات محسوس نہیں کرتے کہ کشمیر کے مسئلہ کو سلجھانے کے لئے آپ بڑا اہم رول ادا کر سکتے ہیں اور بے نظیر بھٹو کی سرکار اس بات کو پسند نہیں کرتی۔

جواب: یہ میرے علم میں نہیں ہے۔ شرماجی! کشمیر کے مسئلہ میں جو کردار میں ادا کر سکتا ہوں وہ میں بہرصورت کرنے کی کوشش کرتا ہوں، خواہ کوئی سرکار اس کو پسند کرے یا نہ کرے۔

سوال: آپ رائے شماری کی بات کرتے ہیں لیکن یہ کیسے ممکن ہو گا جو لوگ پاکستان کے کنٹرول میں رہتے ہیں اور جن کو پاکستان کی آئیڈیالوجی اختیار کرنا پڑتی ہے وہ کیسے ووٹ دیں گے اگر ان کی آئیڈیالوجی دوسری ہو۔

جواب: دیکھیئے استصواب رائے کا وقت آیا تو یہ ایک غیر جانبدار انتظامیہ کی نگرانی میں ہوگی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اس علاقہ میں خود مختار کشمیر کے حق میں تحریکیں چلتی ہیں ان کو کوئی کچھ نہیں کہتا۔

سوال: آپ جو وہاں کے سیاسی لیڈر ہیں جن میں صدر بھی شامل ہیں ان کو تو اس بات کا حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس کے علاوہ کسی آئیڈیالوجی کو مانیں اس کا پروپیگنڈہ کر سکیں۔

جواب: دیکھیئے آزاد کشمیر میں کسی نظریئے کا پروپیگنڈہ کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ دن رات اخبارات پروپیگنڈے سے بھرے پڑے ہوتے ہیں۔ اخبار پڑھ کر تو ایسے لگتا ہے کہ شاید سارے لوگ خودمختاری ہوگئے ہیں۔ البتہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ لوگ ہمارے اس بات کو سمجھتے ہیں کہ خودمختاری کے فوری نقصانات کیا ہیں۔ اس تحریک کے طویل المدت فوائد اور نقصانات کیا ہیں۔ اس پر ہم نے لوگوں کی بڑی تعلیم و تربیت کی ہے اور کھلے دل سے بحث و مباحثہ کیا ہے۔ طالب علموں، صحافیوں، دانشوروں اور دفاع سے تعلق رکھنے والے افراد کے ساتھ گفتگو کی ہے۔

سوال: جب آپ سمجھاتے ہیں لوگوں کو تو اسلام آباد کی سرکار کو بھی سمجھائیں کہ ان کو کیا کیا ایکشن لینا چاہیے۔

جواب: یہاں بیٹھ کر اسلام آباد کی سرکار پر تنقید نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے کبھی ہماری حوصلہ افزائی نہیں کی۔ کبھی ہمیں نہیں کہا کہ تم ٹھیک کر رہے ہو۔ الٹا قید و بند میں ہم پھنستے رہے۔ بالخصوص وہی طبقہ جو الحاق پاکستان کا حامی ہے وہ سزا بھگت رہا ہے۔ یہ ایک عجیب تضاد ہے۔

سوال: وہ بیان دیتے ہیں کہ ہم کشمیریوں کی پوری مدد کرتے ہیں۔

جواب: جی وہ کشمیریوں کی سیاسی واخلاقی حمایت کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

سوال: کیا وہ کشمیریوں کی فوجی امداد بھی کرتے ہیں۔

جواب: فوجی امداد اس کے سوا کیا کریں کہ وہ آزاد کشمیر کا دفاع کرتے ہیں۔ یہ بات ان کو کرنی چاہیے۔ یہ ان کا حق ہے۔

سوال: پاکستان کی فوج جموں و کشمیر میں عسکریت کی امداد کرتی ہے۔

جواب: جو عسکریت وہاں پر ہے اگر آرمی والے اس کو سپورٹ کرتے ہیں تو آپ دیکھتے کہ اس کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ ایک پیشہ ور فوج کے تربیت یافتہ لوگوں کے کام کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہونا چاہیے جو اس وقت کشمیر میں ہے۔ اگر فوج کی امداد ہوتی تو یہ طریقہ بالکل مختلف ہوتا۔ تربیت کا یہ طریقہ وہی ہے جو افغانستان میں لوگوں نے دیکھا۔

سوال: سردار صاحب! آپ چاہتے کیا ہیں۔ آپ کی Vision کیا ہے۔ کشمیر کے بارے میں یہ سارے مسائل سلجھ جائیں تو اس بارے میں آپ کی کیا سوچ ہے۔

جواب: یہ ایک بہت اچھا سوال آپ نے کیا ہے۔ میں اس سارے معاملے کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ اگر فرض کریں کشمیر کا مسئلہ کسی طریقے سے حل بھی ہو جائے تو کیا پھر بھی سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میں ذاتی طور پر یقین رکھتا ہوں کہ اس کے باوجود حل نہیں ہو گا۔ جب تک ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات ٹھیک نہیں ہوتے۔ ایک دوستانہ ہمسائیگی کے تعلقات قائم نہیں ہوتے کشمیر کا مسئلہ حل ہو یا نہ ہو یہ فساد اسی طرح جاری رہے گا۔ میں بین الاقوامی سطح پر اس بات کی وضاحت ان تمام حضرات سے کرتا ہوں جن سے ملنے کا موقع ملتا ہے۔ میں ان سے یہی کہتا ہوں کہ کشمیر کا مسئلہ حل کرنے میں کشمیریوں کے مصائب اپنی جگہ، اس کی ضرورت و اہمیت اپنی جگہ لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ بھارت اور پاکستان دو علیحدہ، خودمختار اور آزاد مملکتیں قائم رہیں اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کریں۔ میری خواہش ہے کہ یہ مسئلہ اس طریقہ سے حل ہو کہ یہ دونوں ملک امن و سلامتی کے ساتھ رہیں۔ ایک دوسرے کی مدد کریں۔ ایک دوسرے کو فتح کریں نہ شکست دیں۔ جو ہونا تھا ہو گیا، اس کو قبول کر کے آگے چلیں۔

سوال: سردار صاحب آپ پاکستان کی سرکار سے تو بات کرتے ہیں اور باقی لوگوں کے ساتھ بھی آپ بات کرتے ہیں ہندوستان کی سرکار سے بھی کبھی بات کرنے کی کوشش کی ہے۔

جواب: ہندوستان کی سرکار مجھے اس سرزمین پر قدم نہیں رکھنے دیتی۔ بات کیسے کریں۔ میں نے ایک دو دفعہ اجمیر شریف جانے کی کوشش کی مگر انہوں نے لاہور سے مجھے واپس کر دیا۔

سوال: اگر آپ کو موقع ملے تو آپ بھارت آئیں گے۔

جواب: موقع ملے تو بڑے شوق سے بھارت آؤں گا۔ میری دشمنی کوئی اس طرح کی نہیں ہے کہ ہندوستان یا پاکستان کی دشمنی ہے۔ نہ ہی میں اس بات کا حامی ہوں کہ یہ دشمنی ہونی چاہیے۔ میں تو غلط پالیسی کے ساتھ اختلاف رکھتا ہوں۔ چاہے ایک حکومت ہو یا دوسری حکومت ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ کشمیری لیڈروں کو دونوں طرف آنے جانے کی آزادی ہونی چاہیے وہ دونوں طرف آ جاسکیں۔ اور دونوں کے ساتھ بیٹھ کر بات کریں۔

سوال: سردار صاحب آپ اپنے آپ کو شیر کشمیر کے طور پر پراجیکٹ کرتے ہیں، حالانکہ کشمیریت سے آپ کا کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ وہ آپ کو کشمیری ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

جواب: شرما جی! میں نے کبھی بھی اپنے آپ کو شیر کشمیر کے طور پراجیکٹ نہیں کیا۔ نہ ہی ساری زندگی اپنے ساتھ کوئی ٹائٹل لگایا۔ میں اس پر یقین ہی نہیں رکھتا۔ میں خدا کے فضل سے سیاست میں اخلاقیات پر یقین رکھتا ہوں۔ زندگی بھر اس میں کتنا کامیاب ہوا یا نہیں ہوا یہ تو وقت بتائے گا۔ لیکن اس قسم کے القاب مجھے اچھے نہیں لگتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں کشمیر کی سرزمین کا رہنے والا ہوں۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں ہیں۔ میں پاکستان کے کسی حصہ سے نہیں گیا۔ اگر کوئی مجھے کشمیری نہیں مانتا تو یہ اس کی بدقسمتی (Bad Luck) ہے۔ اس کا تو میں کچھ نہیں کر سکتا۔ دوسری بات یہ کہ میں نے کشمیریوں کے لئے کیا کیا، کیا نہیں کیا یہ سیاسی سوال کم اور تاریخی سوال زیادہ ہے۔ تاریخ بتائے گی کہ میرا آزاد کشمیر کی آزادی میں، تحریک آزادی کو جاری رکھنے میں، اس کی موجودہ شکل اور اس کے مستقبل کے حوالے سے کتنا بڑا حصہ ہے۔

سوال: JKLF کے لیڈر امان اللہ خان کو آپ سے اکثر شکایت رہتی ہے کہ انہیں آپ کی سپورٹ نہیں ملتی۔ آپ نے امان اللہ خان پر تنقید کی ہے اگر آپ کو کشمیریت سے پیار ہوتا تو آپ ان پر تنقید نہ کرتے نہ ان کے خلاف مظاہرہ کرواتے۔

جواب: امان اللہ خان کے خلاف ہم نے کبھی مظاہرہ نہیں کروایا، البتہ انہوں نے ہمارے خلاف کئی دفعہ مظاہرے کروائے ہیں۔ یہ سوال تو ان سے پوچھنا چاہئے کہ انہوں نے میرے خلاف کیوں مظاہرے کروائے۔

سوال: ان کو (امان اللہ خان کو) شکایت ہے کہ جب JKLF کے لڑکے آپ کو ملنے گئے تو آپ نے ان کو ڈانٹا۔

جواب: شرماجی! ایسا کبھی نہیں ہوا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میں کبھی کبھی اپنے کسی ملنے والے ساتھی کو ڈانٹ دیتا ہوں لیکن میں نے کسی دوسرے کو کبھی نہیں ڈانٹا۔ یہ بات میرے مزاج کے خلاف ہے۔ میں نے ان کو صحیح بات بتائی ہوگی کہ ان کے نظریئے کے مضمرات کیا ہیں لیکن میں دوسرے لوگوں کو ڈانٹتا نہیں ہوں۔

سوال: ان کو آپ سے کیا شکایت ہے؟

جواب: ان کو میرے ساتھ کچھ شکایت نہیں ہے۔ کئی مرتبہ میرے ساتھ ملاقات کرتے ہیں۔ میرے یہاں آنے سے پہلے ان کے کچھ لڑکے میرے پاس آئے تھے ان کا کہنا تھا ان کے خلاف جو مقدمے درج ہیں وہ واپس لئے جائیں۔ اگرچہ وہ مقدمات اخلاقی جرائم کے تھے۔ مگر سیاسی بنیادوں پر درج ہوئے تھے اس لئے میں نے کہہ دیا ہے کہ وہ واپس لے لئے جائیں گے۔ وہ میری مخالفت میری ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ الحاق پاکستان کی آئیڈیالوجی کی وجہ سے کرتے ہیں۔

سوال: ان کی اور آپ کی آئیڈیالوجی میں کیا فرق ہے۔

جواب: وہ کشمیر کی خودمختاری چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ خودمختاری بوجوہ ممکن نہیں ہے۔ کشمیریوں کو اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے مطابق اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔ کشمیریوں کو ہندوستان کی باقی چھ سو سے زائد ریاستوں کی طرح فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ ہندوستان میں شامل ہوں گے، یا پاکستان میں شامل ہوں گے۔ اس بات پر ہی ان کے ساتھ اختلاف ہے۔

سوال: آپ نے کبھی پاکستانی سرکار سے کہا ہے کہ وہ کشمیر کے بارے میں اقوام متحدہ کی قراردادوں کی شرائط کو تسلیم کرلیں۔

جواب: پاکستان کی حکومت نے یہ شرائط ماننے سے کبھی انکار نہیں کیا۔

سوال: آخر کہا ہے، کیا تو نہیں؟

جواب: وہ کیسے کرتے؟ ایک کام دونوں نے کرنا ہے وہ اکیلے پاکستان کیسے کرتا۔ دیکھیئے اس انٹرویو کے لئے ضروری ہے کہ میں اور آپ دونوں یہاں ہوں۔ اگر آپ اکیلے یہاں ہوں تو یہ انٹرویو کیسے ہوسکتا ہے۔ بھارت سرکار کی جو ذمہ داری تھی وہ انہوں نے پوری نہیں کی۔ یہ بات اقوام متحدہ کے ریکارڈ پر ہے۔ آپ اس ریکارڈ کو دیکھیں اور معلوم کریں کہ زیادہ قصور کس کا ہے۔

سوال: یہ سب ایسے لگتا ہے جیسے لکھنوی انداز میں ہو رہا ہے پہلے آپ، پہلے آپ۔

جواب: بالکل صحیح بات ہے۔ آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ آپ کی بات سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ لیکن یہ بات تاریخی ریکارڈ پر ہے۔ یہ اقوام متحدہ کے ریکارڈ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

سوال: آپ ایک طویل عرصہ سے سیاست میں ہیں۔ آپ نے ایک زمانہ دیکھا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ زمانہ بدل گیا ہے۔ اقوام متحدہ کی بات یا استصواب رائے پرانی باتیں ہوگئی ہیں۔ ان باتوں کو چھوڑ کر اس مسئلہ کو بات چیت کے ذریعے سلجھایا جائے۔

جواب: ہم نے اس پر بھی بہت غور کیا ہے۔ ان باتوں کو ایک دم نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر ہم کشمیر کے مسئلہ پر پرانی بات چھوڑ دیں تو پھر ہندوستان کو از سر نو تقسیم کرنا پڑے گا۔ یہ نہ آپ کے بس میں ہے نہ میرے یا کسی اور کے بس میں ہے۔ ان باتوں کو چھوڑ نہیں سکتے البتہ ان باتوں کی موجودگی میں ہم بیٹھ کر از سر نو دیکھ سکتے ہیں کہ ان حالات میں کیا ہوسکتا ہے۔

سوال: سردار صاحب اس کے لئے پہلی شرط یہ ہوگی کہ جس طرح آپ عسکریت کو سپورٹ کر رہے ہیں اس کو روک دیں جو خون خرابہ ہو رہا ہے اس کو روکا جائے اور اسلحہ واپس لے لیا جائے۔

جواب: ہم نے پیشکش کی تھی کہ دونوں طرف سے لڑائی کو روک دیا جائے۔ جو اور جس قدر ہمارے اختیار میں ہے وہ ہم کریں گے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ سب عسکریت ہمارے اثر میں نہیں ہے۔ کچھ وقت گزرنے کے بعد شاید یہ کسی کے اختیار میں نہیں رہے گی۔ شرماجی یہ بات بھی میں ریکارڈ پر رکھنا چاہتا ہوں کہ جوں جوں وقت گزر رہا ہے عسکریت قابو سے باہر ہو رہی ہے۔ معلوم نہیں کس قسم کے عناصر اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ مثال کے طور پر "الفاران گروپ" کے بارے میں، میں پوری دیانتداری سے کہتا ہوں کہ کسی شخص کو پاکستان یا کشمیر میں معلوم نہیں ہے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ خود امریکن اپنے تمام تر ذرائع اور وسائل کے باوجود ابھی تک معلوم نہیں کر سکے کہ یہ کون لوگ ہیں۔ ان کو کون سپانسر کرتا ہے۔ میں تو گزشتہ دو یا تین سالوں سے کہہ رہا ہوں کہ عسکریت کنٹرول سے باہر ہو سکتی ہے۔

سوال: اس کا آغاز کون کرے گا۔

جواب: پہل تو بھارت کو کرنا چاہیے۔ ان کی ساڑھے چھ لاکھ فوج وہاں پر ہے، وہ طاقتور ہیں۔ اس لئے وہ پہل کریں۔ میں نے اور بھی آسان بات بتائی تھی کہ وہ پہلے مرحلہ پر دونوں اطراف سے کشمیریوں کو ملنے کا موقع دیں، ہو سکتا ہے کہ ہم خود ہی کوئی تجویز دیں جس سے سیز فائر ہو افواج کا انخلا ہو اور حالات معمول پر آئیں۔

سوال: اگر وہاں سے پہل نہیں ہو رہی تو کوئی آپ کی طرف سے پہل کر دے۔

جواب: اس کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اگر ان کی طرف سے حملہ جاری ہو اور ہم پیچھے ہٹ جائیں تو ساری بات فتح و شکست پر ختم ہو جائے گی۔

سوال: یہ بات تو وہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ آپ کی طرف سے حملہ جاری ہے۔

جواب: وہ یہ بات نہیں کہہ سکتے ان کے پاس طاقت ہے۔ وہ طاقت سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔

سوال: کشمیر میں جس قسم کے حالات ہیں اور جو سلسلہ چل رہا ہے آپ سمجھتے ہیں کہ آئندہ دس سالوں میں اس مسئلہ کا کوئی حل نکل آئے گا۔

جواب: دنیا میں آزادی کی تحریکوں کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ میرا خیال ہے کہ اس تحریک کا حل جلد نکلنا چاہیے۔ اس وقت دونوں اطراف سے جو فوجی تیاری ہے اس کو آپ لے لیں۔ دونوں اطراف سے جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لے کر تیار ہے۔ سرحدوں پر فوجیں الرٹ ہیں دونوں اطراف سے فائرنگ کا تبادلہ بھی

ہوتا رہتا ہے۔ مستقل طور پر غیر یقینی صورت حال ہے۔ اس صورت حال کا عالمی سطح پر نوٹس لیا جانا چاہیے۔ اگر دونوں کے درمیان تصادم ہوا تو جوہری تصادم ہو گا۔ اور دونوں ملک تباہ ہوجائیں گے۔

سوال: آپ کے رویئے کو دیکھ کر آپ پر یہ الزام ہے کہ آپ پاکستان کی فوج پر تنقید نہیں کرتے اس کا دفاع کرتے ہیں۔ جبکہ بھارت کی فوج کا ذکر آتا ہے تو آپ زیادہ سختی سے اس پر تنقید کرتے ہیں آپ کا یہی رویہ بھارتی سرکار کے بارے میں بھی ہے۔

جواب: اگر پاکستان کی فوج جارح ہوتی تو میں اس پر بھی تنقید کرتا مگر وہ تو صرف دفاع کر رہی ہے۔ جہاں تک حکومتوں کا تعلق ہے بھارت کی حکومت نے کشمیر پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ اگر وہ کشمیر پر قابض نہ ہوتے تو ہم ان پر تنقید نہ کرتے۔

سوال: وہ آپ کو کہتے ہیں کہ آپ پاکستانی مقبوضہ کشمیر کے وزیر اعظم ہیں۔

جواب: دیکھئے تاریخ و جغرافیہ ایسی چیزیں ہیں جو کسی دلیل کی محتاج نہیں ہیں۔ وہ تو سب کے سامنے ہیں۔ وہاں پر ساڑھے چھ لاکھ فوج کس نے رکھی ہوئی ہے۔ پاکستان نے یا بھارت نے۔ یہ فوج لوگوں کو مار رہی ہے اور ساری دنیا میں لوگ اس کی مذمت کر رہے ہیں۔ آپ خود بھارت کے اندر کام کرنے والی انسانی حقوق کی تنظیموں کی پوزیشن دیکھ لیں۔ ایمنسٹی انٹرنیشنل دیکھ لیں، ایشیا واچ دیکھ لیں۔

جج ماہر علی کا فیصلہ

حالانکہ سردار صاحب یہ فیصلہ نہیں کر پائے کہ وہ پہلے کشمیری ہیں یا پاکستانی۔ انہوں نے اپنی صفائی واضح انداز میں کی ہے۔ انہوں نے اس بات کا بھی اعتراف کیا ہے کہ بھارتی جموں و کشمیر میں عسکریوں کو آزاد کشمیر سے اسلحہ اور ٹریننگ حاصل کرنے کی اجازت ہے اس عدالت کا فیصلہ ہے کہ سردار صاحب کو بھارت اور پاکستان کے درمیان مفاہمت کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ دوئم یہ کہ انہیں اپنی سوچ وسیع کرنے کی ضرورت ہے۔ اقوام متحدہ کی قراردادوں سے کچھ آگے بڑھنا چاہیے۔ کشمیر کے مسئلہ کے اور بھی حل ہوسکتے ہیں۔

مقبوضہ کشمیر کو اسلحے کی سپلائی جاری رہے گی
The Nation
MONDAY, JANUARY 8, 1996
Zee TV
مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کا
زی ٹی وی پر انٹرویو
اخبارات و جرائد کی نظر میں
جنگ
راولپنڈی
نوائے وقت
KHABRAIN
خبریں
AL-AKHBAR ISLAMABAD
الاخبار
روزنامہ
پاکستان

۱۰ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "جنگ" راولپنڈی میں کہنہ مشق صحافی
جناب شورش ملک کے کالم "جھروکا" کا مکمل متن۔

آلو، ٹماٹر اور مسئلہ کشمیر

لیڈر ہو تو ایسا کہ باورچی خانے میں جائے تو خالی برتن رونا شروع کر دیں، مسجد میں جائے تو نمازی اعتکاف میں بیٹھ جائیں، کوہالے کا پل عبور کرے تو خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں اور بانڈی عباس پور کا رخ کرے تو سرحد پار سے تڑتڑاہٹ شروع ہو جائے، وزیر اعظم بنے تو اس پر بیٹھتے ہی کرسی سے اتارنے والوں کی سازشیں شروع ہو جائیں اور اگر زی ٹیلی ویژن والے انٹرویو لے بیٹھیں تو نئی دہلی میں ان کے دفتر کی میز کرسیاں الٹ جائیں، شیشے ٹوٹ جائیں اور انٹرویو لینے والا رجت شرما "آپ کی عدالت میں" بھول کر شرما جائے، شیو سینا کا بال ٹھاکرے ٹھوکریں کرنے لگے، لیڈر ہے کہ لیڈر "توڑ پھوڑ" ہے۔ یہاں توڑ پھوڑ وہاں تھوڑ پھوڑ۔ آزاد کشمیر کے وزیر اعظم کی جنم پتری میں غالباً یہ بات ضرور درج ہوگی کہ "سب کو چھیڑیئے۔ ان کو نہ چھیڑیئے" کیونکہ سردار صاحب نہ ہتھیار ڈالنے والے لیڈر ہیں نہ شکست ماننے والے بلکہ وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کا ایسا گر جانتے ہیں کہ ان سے پنجہ آزمائی کرنے والا حریف آخر کار واہ واہ کے نعرے لگا کر ہی واپس لوٹتا ہے۔

زی ٹیلی ویژن کے ارباب بست و کشاد نے نہ جانے کیا کیا منصوبے بنا کر یہ اقدام کیا ہوگا کہ وہ سردار عبدالقیوم صاحب کا انٹرویو کریں۔ بھارت کا یہ ٹیلی ویژن لاکھ دعوے کرے کہ وہ آزاد ادارہ ہے اور بھارتی حکومت کا عمل دخل بالکل نہیں لیکن یہ بات ذرائع ابلاغ کے تمام صاحب فن جانتے ہیں کہ بھارت کا ٹیلی ویژن اپنی آزادانہ حیثیت کا جتنا بھی دعویٰ کرے وہ

امریکہ اور برطانیہ کے نشریاتی اداروں وائس آف امریکہ اور بی بی سی سے زیادہ آزاد اور خود مختار ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور ان مغربی نشریاتی اداروں کا حال یہ ہے کہ خارجہ پالیسی کے امور میں یہ ادارے اپنی سرکار سے اجازت کے بغیر "کلمہ حق" کہتے ہوئے نہ صرف شرماتے ہیں بلکہ سرے سے کہتے ہی نہیں جب فاک لینڈ پر برطانیہ کی فوج نے حملہ کیا تو دنیا میں آزاد پریس کی سب سے بڑی علمبردار برطانوی حکومت نے سات دن کے لئے تمام خبروں پر سنسر شپ لگا دی اور بی بی سی ہی کیا تمام اخبارات و جرائد چپ سادھ کر بیٹھ گئے فاک لینڈ کی فتح کے بعد فتح کے وہ ترانے گائے اور بجائے گئے کہ "کیا کہنے"۔ ظاہر ہے کہ زی ٹیلی ویژن بھی برطانوی نشریاتی اداروں اور اخبارات و جرائد کی طرح اتنا محبِّ وطن تو ضرور ہو گا کہ وہ بھارت کے مفادات کو ہر صورت میں مدنظر رکھے گا۔

جن لوگوں نے زی ٹیلی ویژن پر وزیر اعظم آزاد کشمیر کا انٹرویو دیکھا ہے انہوں نے یہ ضرور محسوس کیا ہو گا کہ سردار عبدالقیوم خان نہ صرف کشمیر کیس کے معتبر اور موثر وکیل ہیں بلکہ سچی باتیں خوبصورت انداز میں کہنے پر کامل دسترس رکھتے ہیں۔ وہ جذبات کے اظہار اور منطق کے ابلاغ کا ہنر جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی مرحلے پر وہ معذرت خواہانہ رویہ اپنائے ہوئے نظر نہیں آتے اور نہ ہی اس دلیل سے متاثر نظر آتے ہیں کہ سستے آلو ٹماٹر پیاز مسئلہ کشمیر کے حل کے راستے کو ہموار کرنے میں بلڈوز ثابت ہوسکتے ہیں۔ ان کے لئے رجت شرما کی طرف سے سخت سوال یہی ہو سکتا تھا کہ مقبوضہ کشمیر میں مداخلت کی جا رہی ہے اب تک ہماری قیادت اس طرح کے سوالات کا یہی جواب دیتی رہی ہے کہ "بالکل نہیں، بالکل نہیں"۔ پاکستانی قیادت کا یہ جواب ہے بھی بالکل صحیح۔ لیکن ایک کشمیری رہنما کے لئے "بالکل نہیں" کی گردان کشمیریوں کے اپنے حق سے دستبرداری کے مترادف تھی اور یہ کہ صرف سردار قیوم ہی واضح کر سکتے تھے کہ "میں بوڑھا نہ ہوتا تو خود ہتھیار اٹھا لیتا کیونکہ مقبوضہ کشمیر میں بھارتی مظالم اپنی سفاکی اور بربریت کے لحاظ سے کشمیریوں کے لئے ناقابل برداشت ہیں اور ہماری غیرت و حمیت کے لئے چیلنج ہیں۔ سردار صاحب کا یہ کہنا بھی بالکل بجا ہے کہ یہ حق انہوں نے کسی سے مانگ کر نہیں لیا بلکہ یہ حق انہیں اقوام متحدہ نے دیا ہے۔ آج بھی مسئلہ کشمیر اقوام متحدہ کے ایجنڈا پر ہے اور ساری دنیا اسے ایک متنازعہ مسئلہ سمجھتی ہے۔ آخر محکوم قوموں کے پاس اس کے علاوہ راستہ ہی کون سا رہ جاتا ہے۔ کیا کشمیری اپنی آنکھوں کے

سامنے اپنی عزتوں کو لٹتا اور اپنے عزیزوں کو گولیوں کا نشانہ بنتے دیکھتے رہیں اور احتجاج نہ کریں۔ یہ ناممکن ہے۔ سردار قیوم خداداد صلاحیتوں کے مالک ہیں خوف ان کے وجود میں نہیں۔ جیل سے قصر اقتدار تک آنا جانا ان کے لئے کوئی نئی بات نہیں اس کے علاوہ چکی کے دو پاٹوں میں پسنے سے بچنے کا طریقہ بھی انہیں آتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ بعض حلقوں میں "ناپسندیدہ" ہونے کے باوجود پسندیدہ بنے بیٹھے ہیں ایسے ہنرمند لیڈر کے لئے صرف میدان چھوٹا ہے۔

روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی کے ۹ جنوری ۱۹۹۶ء کے اداریہ کا مکمل متن

آزاد کشمیر جہاد کشمیر کا بیس کیمپ انکار کیوں؟

آزاد کشمیر کے وزیراعظم سردار عبدالقیوم خان نے بھارتی زی ٹی وی کے پروگرام "آپ کی عدالت" میں سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ آزاد کشمیر کی سرزمین کو استعمال کرنا ہر کشمیری کا پیدائشی حق ہے اور یہ حق اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق تسلیم شدہ ہے۔ ہم آزاد کشمیر کو "بیس کیمپ" بنانا چاہتے ہیں تاہم حکومت پاکستان اس کے حق میں نہیں ہے۔ سردار صاحب نے مسئلہ کشمیر پر جس اصولی اور حق و انصاف پر مبنی موقف کی ڈٹ کر وکالت کی ہے، اس پر وہ داد کے مستحق ہیں۔ تاہم حکومت پاکستان سے پوچھا جانا چاہیے کہ اسے آزاد کشمیر کو "بیس کیمپ" بنانے پر کیوں اور کیا اعتراض ہے؟ کیا حکومت یہ سمجھتی ہے کہ آزاد کشمیر کی زمین کو استعمال کئے بغیر مقبوضہ کشمیر کو بھارتی چنگل سے رہائی دلوانا ممکن ہے؟ یہ افسوسناک حقیقت امریکی نائب وزیر خارجہ مس رابن رافیل کی زبان سے پہلے ہی طشت ازبام ہوچکی ہے کہ حکومت پاکستان کو مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین کی امداد سے روک دیا گیا ہے۔ بلکہ اگلے مرحلے میں حکومت پاکستان کی مدد سے نجی تنظیموں کی معاونت کو روکنے کی بھی کوشش کی جارہی ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بھارت چھ لاکھ سے زائد فوج کے ساتھ مقبوضہ کشمیر میں جبر و تشدد اور درندگی کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ اس اندھی طاقت کے بل بوتے پر نہ صرف کشمیری حریت پسندی کی تحریک کو کچل دینا چاہتا ہے بلکہ پاکستان کو بھی ہاٹ پرسوٹ اور آزاد کشمیر خالی کر دینے کی دھمکیاں دے رہا ہے۔

اس پس منظر میں پاکستان آزاد کشمیر کو بیس کیمپ بنائے یا نہ بنائے، بھارت مقبوضہ کشمیر کو ضرور پاکستان کے خلاف جارحیت کے ارتکاب کے لئے اپنے بیس کیمپ میں تبدیل کر چکا ہے۔ بھارت نے اس بیس کیمپ سے آگے بڑھ کر ۸۴۔ ۱۹۸۳ء سے سیاچین گلیشیر کے پاکستانی علاقے کو ہتھیا لیا ہے اور وادی نیلم کے لاکھوں کشمیری باشندوں کا محاصرہ کر کے ان کو فاقہ زدگی سے دوچار کر دیا ہے۔ آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم خان اس پس منظر میں یہ کہا کرتے ہیں کہ بھارت نے کنٹرول لائن پر غیر اعلانیہ جنگ شروع کر رکھی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ پاکستان اس کا جواب اس لئے دینے سے گریزاں ہے کہ اس طرح کنٹرول لائن کے پار بے گناہ کشمیری مسلمان ہی اس کا نشانہ بنیں گے۔ یہ خدشہ بے بنیاد اور خلاف حقیقت نہیں لیکن محض اس وجہ سے پاکستان اگر ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھا رہے تو پھر کشمیر بھارتی غاصب افواج کے شکنجے سے چھڑانا ممکن نہیں ہو گا۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ جب مقبوضہ کشمیر کے عوام نے خود تحریک جہاد شروع کر رکھی ہے اور یہ سب کچھ ان کے دست و بازو کا نتیجہ ہے تو پھر پاکستان کو ان کشمیری مجاہدین کو کمک فراہم کرنے میں لیت و لعل سے کام لینے کا کیا حق ہے؟ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم نے کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ قرار دیا ہو اور کشمیر کے بغیر پاکستان کا جغرافیہ ادھورا ہو اور تقسیم ہندوستان کا ایجنڈا تشنہ تکمیل ہو اور اس طرح کے خطرے کا احساس بھی ہو کہ مقبوضہ کشمیر کے پانی کے بغیر پاکستان بنجر اور ریگستان بن کر رہ جائے گا تو پھر پاکستان کا حرکت و عمل سے عاری ہونا فہم سے بالاتر ہے، الٹا کشمیریوں کے دشمن اور پاکستان کے ازلی مخالف بھارت سے اقتصادی اور تجارتی روابط مضبوط کئے جا رہے ہیں، قوم کو بھارتی آلو کھانے پر مجبور کیا جا رہا ہے۔

سردار عبدالقیوم خان نے بھی زیر نظر انٹرویو میں کہا ہے کہ کشمیر کا مسئلہ پر امن طور پر حل کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر ہم لڑیں گے تو دونوں تباہ ہو جائیں گے۔ سردار صاحب اچھی طرح جانتے ہیں کہ مسئلہ کشمیر کے پر امن حل کے لئے صرف مذاکرات ہی واحد ذریعہ ہیں لیکن بھارت مذاکرات کی میز پر بیٹھتے ہی رٹ لگانے لگتا ہے کہ کشمیر اس کا اٹوٹ انگ اور اندرونی مسئلہ ہے، اس پر بات نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں ظاہر ہے مذاکرات کے ذریعے ہندو بنیئے سے کچھ ملنے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ ہماری سفارتی کوتاہی کی بنا پر اب ہمارے دوست بھی اس مسئلہ پر ہمارا ساتھ دینے سے گریزاں ہیں اور وہ نئے

حالات میں نئی حکمت عملی وضع کرنے کا تقاضا کرتے ہیں۔ حکومت نے ایک کشمیر کمیٹی بنا رکھی ہے جس کی سربراہی نوابزادہ نصراللہ خان کے سپرد ہے۔ گزشتہ دنوں پشاور بم دھماکہ پر رد عمل کرتے ہوئے انہوں نے مشورہ دیا تھا کہ پاکستان کو کابل پر فوجی یلغار کر دینی چاہیئے۔ معلوم نہیں ایسا ہی مشورہ نوابزادہ صاحب کشمیر کے سلسلے میں کیوں نہیں دیتے جو کہ ان کے فرائض منصبی میں شامل ہے۔ کیا ستم ظریفی ہے کہ پاکستان کشمیر کو اپنا جزو لاینفک بھی سمجھتا ہے لیکن اس کی خاطر کوئی خطرہ مول لینے کے لئے بھی تیار نہیں جبکہ بھارت کشمیر پر قابض رہنا چاہتا ہے اور کروڑوں روپے روزانہ خرچ کر کے اپنی چھ لاکھ سے زائد فوج کو متحرک بھی کر چکا ہے جو کشمیری مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہی ہے اور پاکستان میں ہاٹ پرسوٹ سے بھی باز نہیں رہتی۔ ہم جنگ کے حق میں نہیں لیکن بھارت کو یہ حق دینے کے لئے بھی تیار نہیں کہ ہمیں جنگ کا ہوا دکھا کر کشمیر پر اپنا تسلط مضبوط بنائے۔ اگر جنگ ہی واحد آپشن رہ جائے تو پھر جہاد پر ایمان رکھنے والوں کو اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان مسئلہ کشمیر پر اپنی منافقت پر مبنی پالیسی کو ترک کرتے ہوئے زبانی جمع خرچ تک محدود رہنے کی بجائے اس کے لئے تن من دھن کی بازی لگانے کے لئے تیار رہے اور جس قدر جلد ممکن ہو، مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں کو بھارتی استبداد سے نجات دلا کر انہیں اپنے ساتھ الحاق کا اعلان کرنے کا موقع فراہم کرے۔ اس سے تکمیل پاکستان کا مقصد بھی حاصل ہو سکے گا اور استحکام پاکستان کی توقعات بھی پوری ہو سکیں گی۔

روزنامہ "الاخبار" اسلام آباد کے ۹ جنوری ۱۹۹۶ء کے اداریہ کا مکمل متن

AL-AKHBAR ISLAMABAD

روزنامہ الاخبار

اسلام آباد پاکستان

ایڈیٹر انچیف۔ زاہد ملک   قیمت 5 روپے

زی ٹی وی پر مجاہد اول کی مجاہدانہ باتیں

آزاد ریاست جموں و کشمیر کے وزیر اعظم اور حکمران جماعت آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے صدر مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم نے بھارتی ٹیلی ویژن زی ٹی وی سے ایک انٹرویو میں یہ شکایت کی ہے کہ حکومت پاکستان آزاد کشمیر کو آزادی کشمیر کا بیس کیمپ (Base Camp) نہیں بننے دیتی۔ یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ ۱۹۴۷ء میں مجاہدین کشمیر نے ریاست جموں و کشمیر کا جو علاقہ ڈوگرہ حکمران کے ناجائز تسلط سے آزاد کرایا تھا اس پر قانع ہو کر بیٹھ جانے کا کوئی تصور ہی نہیں تھا۔ اس آزاد علاقے کو پوری ریاست جموں و کشمیر کی نجات اور ایشیا میں نئے ابھرتے ہوئے برہمن بھارتی سامراج کے جبری اور انتہائی ظالمانہ و مستبدانہ قبضے سے آزاد کرانے کے لئے بیس کیمپ کا کام دینا تھا اور یہ وہ مقصد تھا جو آزادی کشمیر کی جنگ لڑنے والوں کے پیش نظر ہمیشہ رہا ہے اور اگر اس راہ میں کسی بھی طرف سے کوئی رکاوٹ ڈالی جاتی ہے تو ہمارے نزدیک مجاہد اول اس کا گلہ کرنے میں بالکل حق بجانب ہیں۔

مجاہد اول کا یہ انٹرویو شارجہ میں ریکارڈ کیا گیا اور اس کا کچھ حصہ اتوار کو دکھایا گیا اور باقی حصہ اگلے ہفتے دیکھایا جائے گا۔ اس انٹرویو کا اہم ترین پہلو یہ ہے کہ سردار محمد عبدالقیوم خان نے اپنی روائتی صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کھری کھری سب کہہ دی ہیں۔ اگر انہوں نے

بیس کیمپ کے حوالے سے حکومت پاکستان کے طرز عمل کا شکوہ کیا ہے تو ساتھ ہی انہوں نے مقبوضہ کشمیر کے نہتے عوام پر بھارت کی چھ لاکھ سے زیادہ منظّم دہشت گرد فوج کے انسانیت سوز مظالم کی بھی کھل کر مذمت کی ہے اور اس میں کسی لگی لپٹی سے کام نہیں لیا۔ مجاہد اول نے تو مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور پاکستان کو دولخت کرنے، کراچی کی بدامنی، سندھ کی امن وامان کی صورت حال اور ملک کے مختلف حصوں میں ہونے والے بم دھماکوں میں بھارت کے واضح کردار کی نشان دہی بھی کر دی ہے۔

زی ٹی وی کے پروگرام ''آپ کی عدالت میں'' کے کمپیئر کو اپنے مہمانوں سے بڑے مشکل سوالات کرنے اور ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھنے کی بڑی شہرت حاصل ہے لیکن مجاہد اول سے انٹرویو کے سلسلے میں اس کی یہ شہرت اور مہارت کسی کام نہ آسکی اور عام تاثر یہی ہے کہ مجاہد اول نے کمپیئر کی ایک نہ چلنے دی اور اس کے ہر سوال کا جواب اس قدر جامع اور مدلل انداز میں دیا کہ وہ خود حیران اور ششدر رہ گیا۔ وزیراعظم آزاد کشمیر نے یہ واضح کیا کہ کراچی اور آزاد کشمیر میں تخریب کاری سب بھارت کا کیا دھرا ہے وہ جنگ کے ذریعے ہم پر فتح نہیں پاسکتا اور اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو کچھ بھی نہیں بچے گا۔ انہوں نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کا حل جنگ نہیں بلکہ اسے سیاسی بنیادوں پر بات چیت ہی کے ذریعے حل کیا جاسکتا ہے۔

سردار محمد عبدالقیوم خان نے حقائق کی روشنی میں بتایا کہ مقبوضہ کشمیر میں بھارت نے جو حالات خود پیدا کئے ہیں ان میں عوام ہتھیار اٹھانے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجاہدین کی بات تو ایک طرف رہی بھارت کی دہشت گرد فوج نے تو ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو بھی ایسے رونگٹے کھڑے کر دینے والے مظالم کا نشانہ بنایا ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ اگر حکومت آزاد کشمیر کے پاس اتنے وسائل ہوں تو وہ یقیناً کشمیری مجاہدین کی امداد کرے گی۔ پروگرام کے کمپیئر نے مجاہد اول کو زچ کرنے کے لئے ان سے ان کے فرزند سردار عتیق احمد کے بارے میں بھی بڑے ذاتی نوعیت کے سوالات کئے لیکن اسے اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہوئی اور سردار قیوم نے یہ جواب دے کر کہ ''سردار عتیق کو میں نے سیاسی امور میں مدد گار ہونے کا فرض سونپا ہوا ہے۔ سرکاری نظم ونسق میں اسے کوئی عمل دخل حاصل نہیں'' دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیا ہے۔

مجاہد اول نے اپنی حکومت کے بارے میں مختلف سوالوں کے جواب بھی دیئے اس سلسلے میں انہوں نے کہا کہ "جس قدر آزادی، آزاد کشمیر کے لوگوں کو حاصل ہے اتنی آزادی تو پاکستان کے کسی صوبے کے عوام کو بھی حاصل نہیں۔ ہم وفاقی حکومت سے نہیں ڈرتے اور میں اتنا کمزور وزیراعظم بھی نہیں کہ مجھے جب چاہیں ہٹا دیں البتہ جو لوگ وفاقی حکومت کی اشیرباد سے وزیراعظم بنتے ہیں انہیں اقتدار سے آسانی سے ہٹایا بھی جاسکتا ہے"۔

ہم سمجھتے ہیں کہ جس کھلے دل کے ساتھ وزیراعظم آزاد کشمیر نے زی ٹی وی سے انٹرویو میں باتیں کی ہیں اور اپنا مافی الضمیر بیان کیا ہے وہ ہمارے ہاں کے ان سیاستدانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے بھی کافی ہے جو محتاط انداز میں چلتے رہنے کو ترجیح دیتے ہیں اور دوسروں کو بھی احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے کی تلقین ہی کرتے رہتے ہیں۔

وزیراعظم آزاد کشمیر کی حیثیت سے سردار محمد عبدالقیوم خان نے بڑے تدبر سے کام لیتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے کہ جنگ مسئلہ کشمیر کا حل نہیں ان کے نزدیک ایک سیاسی بنیادوں پر پرامن فضا میں ہونے والی بات چیت ہی کوئی تشفی بخش اور منصفانہ حل پیش کر سکتی ہے۔ لیکن مجاہد اول سے زیادہ اس حقیقت سے کون آگاہ ہوگا کہ بھارت نے اپنی سامراجی خوبو کے ساتھ نتیجہ خیز اور بامقصد بات چیت کے دروازے ہمیشہ بند رکھے ہیں اگر بھارت کو واقعی بات چیت کی میز پر لانا ہے اور اسے پاکستان کے ساتھ پرامن اور بامقصد بات چیت کے لئے مجبور کرنا ہی ہے تو اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پر بین الاقوامی دباؤ بڑھا دیا جائے اور سفارتی ذرائع سے زیادہ سے زیادہ موثر کام لیتے ہوئے عالمی رائے عامہ کو اس حد تک مسئلہ کشمیر کی اصل نوعیت سمجھا دی جائے کہ وہ خود بھارت کو مسئلہ کشمیر پر پرامن سیاسی بات چیت شروع کرنے پر مجبور کر دے۔

اس ضمن میں ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری وزارت خارجہ پر بطور خاص یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ملک کے اندر ہر وقت یہ دعوے کرتے رہنے کی بجائے کہ موجودہ حکومت نے مسئلہ کشمیر کو بین الاقوامی سطح پر اجاگر کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے، مسئلہ کشمیر کے پس منظر، اس کی اصلی نوعیت اور مقبوضہ کشمیر میں نہتے عوام پر چنگیز اور ہلاکو کے دور کی یادیں تازہ کر دینے والے مظالم کی تفصیلات سے بیرونی دنیا کو آگاہ کیا جائے اس مقصد کے لئے حکومت کو ایک باقاعدہ لائحہ عمل تیار کرنا چاہیے ورنہ اسے یہ نہ بھولنا چاہیے کہ کشمیری عوام جو صرف اپنی

آزادی کی جنگ نہیں بلکہ ہماری......پاکستان کی......بقاء کی جنگ بھی لڑ رہے ہیں اس جنگ آزادی کی پاداش میں ان پر جو اندھا دھند مظالم کئے جا رہے ہیں ان کو برداشت کرنے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ کشمیری عوام ابھی تک تو بڑی جرأت اور حوصلہ مندی اور بہادری کے ساتھ یہ مظالم برداشت کر رہے ہیں لیکن کسی بھی وقت ان کی قوت برداشت جواب دے سکتی ہے اس لئے جو کچھ بھی کرنا ہے جلد سے جلد کیا جائے ورنہ ہو گا (نعوذ باللہ) یہ کہ............:

؎ طعنہ دیں گے بت، کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

۱۰ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "پاکستان" اسلام آباد میں
نوجوان صحافی حامد میر کے کالم "قلم کمان" کا متن

سردار عبدالقیوم خان کی تھوڑی سی غلط بیانی

آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم خان نے ۷ جنوری کی صبح "زی" ٹیلیویژن پر بڑے جرأت مندانہ انداز میں کشمیریوں کا مقدمہ پیش کیا۔ انہیں "زی" ٹیلی ویژن کے مشہور پروگرام "آپ کی عدالت میں" کے میزبان نے الٹے سیدھے سوالات کے ذریعہ پریشان کرنے کی کوشش کی اور جدوجہد آزادی کو دہشت گردی ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا لیکن سردار صاحب نے ثابت کر دیا کہ گفتگو میں ان سے نہیں جیتا جا سکتا۔ سردار عبدالقیوم خان نے سیاسی فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے پروگرام کے دوران کچھ ایسے اعترافات بھی کئے جن کے باعث پاکستان کے سرکاری حلقے ان کے ساتھ ناراضگی کا اظہار کر سکتے ہیں۔ لیکن پاکستان اور آزاد کشمیر کے عوامی حلقوں میں ان کے لئے احترام میں مزید اضافہ ہو گا۔

سردار عبدالقیوم خان سے "آپ کی عدالت میں" سوال کیا گیا کہ ڈیم آزاد کشمیر میں ہیں لیکن بجلی پاکستان جاتی ہے اور اس کی رائلٹی بھی نہیں دی جاتی، ایسا کیوں ہے؟ سردار صاحب نے اس خطرناک سوال کے جواب میں کہا کہ آزاد کشمیر کو صرف ۲۰۰ میگاواٹ بجلی کی ضرورت ہے جو ہمیں مل جاتی ہے باقی بجلی ہم نے کھانی تو نہیں ہوتی اس لئے اگر پاکستان جاتی ہے تو کوئی بات نہیں لیکن ہمیں اس بجلی کی رائلٹی ضرور ملنی چاہیے جس کے لئے ہم کوشش کر رہے ہیں۔ کوئی محبّ وطن پاکستانی یہ نہیں چاہے گا کہ آزاد کشمیر کو منگلا ڈیم کی بجلی کی رائلٹی نہیں ملنی چاہیے۔

اگر صوبہ سرحد بجلی کی رائلٹی مانگ سکتا ہے تو آزاد کشمیر کیوں نہیں؟ سردار عبدالقیوم سے یہ بھی پوچھا گیا کہ بھارت سے آزاد کشمیر جانے والے اخبار نویسوں کی خبروں کو آئی ایس آئی چیک کرتی ہے۔ سردار صاحب نے اس کی تردید نہیں کی لیکن ساتھ ہی ساتھ سوال کرنے والے سے پوچھا کہ آپ پاکستان سے جانے والے اخبار نویسوں کے ساتھ بھارت میں کیسا سلوک کرتے ہیں اور مقبوضہ کشمیر کے اخبار نویسوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ سردار عبدالقیوم خان نے یہ بھی درست کہا کہ آزادی کشمیر کے لئے تحریک پہلے شروع ہوئی اور آئی ایس آئی بعد میں بنی اس لئے یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ کشمیر میں آزادی کی تحریک آئی ایس آئی نے شروع کی۔ انہوں نے کہا کہ ہم چاہتے تھے آزاد کشمیر تحریک آزادی کا بیس کیمپ بنے لیکن پاکستان نے کوشش کی کہ ایسا نہ ہو۔ جب ان سے کہا گیا کہ کیا آزاد کشمیر میں مجاہدین کو فوجی تربیت دی جاتی ہے تو انہوں نے سوال کرنے والے سے پوچھا اگر تمہاری ماؤں بہنوں کے ساتھ وہ سلوک ہو جو بھارتی فوج مقبوضہ کشمیر میں کر رہی ہے تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے اعتراف کیا کہ آزاد کشمیر کے راستے مقبوضہ کشمیر میں اسلحہ جاتا ہے اور کوئی پاکستانی حکومت یہ راستہ بند نہیں کر سکتی۔ جو حکومت ایسا کرے گی وہ ہندوستان کی جنگ اپنی سرزمین پر لڑے گی۔ دوسرے الفاظ میں سردار صاحب نے یہ کہا کہ اگر کسی پاکستانی حکومت نے کشمیری مجاہدین کے لئے سپلائی لائن کو بند کیا تو اس کے خلاف بھی جنگ ہوگی۔ یہ الفاظ انتہائی قابل غور ہیں۔ ان الفاظ میں بھارت اور پاکستان دونوں کے لئے وارننگ ہے۔

سردار عبدالقیوم خان کی تمام باتیں ٹھیک تھیں لیکن دانستہ یا نادانستہ طور پر وہ تھوڑی سی غلط بیانی کر گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا نعرہ ہے ''کشمیر بنے گا پاکستان'' لیکن ہم نے اس نعرے کو قانون نہیں بنایا کہ جو شخص نہیں مانے گا اسے سزا ملے گی۔ یہاں تک تو ٹھیک ہے۔ لیکن آگے چل کر انہوں نے کہا کہ آزاد کشمیر کے لوگوں کی اکثریت الحاق پاکستان کی حامی ہے۔ یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ ایک زمانے میں واقعی مقبوضہ کشمیر اور آزاد کشمیر کے لوگوں کی اکثریت الحاق پاکستان کی حامی تھی۔ لیکن پاکستانی حکومتوں کے رویئے نے آہستہ آہستہ الحاق پاکستان کے نعرے کو غیر مقبول کر دیا۔ سردار صاحب خود کہتے ہیں کہ پاکستانی حکومت آزاد کشمیر کو جدوجہد آزادی کا بیس کیمپ نہیں بننے دیتی۔ جو پاکستان کشمیر کی آزادی کے لئے کشمیر کے ایک حصے کو بیس کیمپ نہیں بننے دیتا اس پاکستان کے ساتھ کشمیری کیوں الحاق چاہیں

گے؟ جو پاکستان کشمیریوں پر ظلم کے خلاف بھارت پر تجارتی پابندیاں لگوانے کی کوششیں چھوڑ کر خود بھارت سے ساڑھے پانچ روپے کلو آلو خریدنا شروع کردے اس پاکستان کے ساتھ کشمیری کیوں الحاق چاہیں گے؟ جو لوگ آج بھی ''کشمیر بنے گا پاکستان'' کے نعرے کو مقبول سمجھتے ہیں وہ کم از کم آزاد کشمیر میں چند دن ضرور گزاریں۔ صحافیوں، وکلاء، تاجروں، طلبہ و طالبات اور عام لوگوں سے پوچھیں وہ کیا چاہتے ہیں۔ کشمیریوں کی اکثریت یہ بالکل نہیں کہے گی کہ انہیں خود مختاری چاہیے۔ کشمیری جانتے ہیں کہ اکثر پاکستانی خود مختاری کے نعرے کو پسند نہیں کرتے۔ اس لئے ان کی اکثریت یہی کہے گی کہ فی الحال ہم نہ الحاق پاکستان چاہتے ہیں نہ خود مختاری چاہتے ہیں بلکہ صرف آزادی چاہتے ہیں۔ یہ ایک ڈپلومیٹک جواب ہے۔ اس جواب کے اندر بہت سے سوالات ہیں۔ عام کشمیری آج بھی پاکستان سے محبت کرتا ہے۔ لیکن پاکستان کی حکومتوں کے رویئے نے اسے ڈپلومیسی اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ خود سردار عبدالقیوم خان بھی کشمیریوں کی تیزی سے بدلتی ہوئی سوچ سے آگاہ ہیں لیکن نجانے انہوں نے یہ کیوں کہا کہ آزاد کشمیر کے عوام کی اکثریت الحاق پاکستان کی حامی ہے؟ شائد انہوں نے بھی ڈپلومیسی کی ہو ویسے انہوں نے یہ نہیں کہا کہ مقبوضہ کشمیر کے عوام کی اکثریت بھی الحاق پاکستان کی حامی ہے۔ اگر سردار عبدالقیوم خان ابھی تک الحاق پاکستان کے حامی ہیں تو مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے کشمیریوں کو تیسرا فریق تسلیم کرنے کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں؟ شملہ معاہدے کی مخالفت کیوں کرتے ہیں؟ ان کا حالیہ موقف ثابت کرتا ہے کہ اب وہ بھی کشمیر کو پاکستان کا اٹوٹ انگ نہیں سمجھتے۔ اگر سمجھتے تو کشمیریوں کو تیسرا فریق قرار نہ دیتے۔ آیئے ذرا اس بات پر غور کریں کہ سردار قیوم نے مقبوضہ کشمیر کے عوام کی اکثریت کو الحاق پاکستان کا حامی کیوں قرار نہیں دیا؟

بھارتی دارلحکومت نئی دہلی سے ایک انگریزی ہفت روزہ ''آؤٹ لک'' شائع ہوتا ہے۔ چند ماہ قبل اس جریدے نے مقبوضہ کشمیر میں ایک سروے کرایا۔ یہ سروے صحافیوں پدمانند جھا اور ظفر معراج نے کیا۔ ظفر معراج کا تعلق سری نگر سے تھا۔ یہ سروے ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو ''آؤٹ لک'' کے شمارے میں شائع ہوا۔ سروے کی اشاعت کے بعد بھارتی حکام کی طرف سے ظفر معراج کو قتل کر دیا گیا۔ مرحوم اسلام آباد کے انگریزی اخبار ''دی مسلم'' کے نامہ نگار بھی تھے۔ ان کا قتل اس بات کا ثبوت تھا کہ ان کے جریدے میں شائع ہونے والا

سروے بھارتی حکام کو پسند نہیں آیا تھا۔ اس سروے کے لئے سری نگر، سوپور، بارہ مولا، بانڈی پورہ اور انت ناگ میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ۵۰۴ اہم افراد سے انٹرویو کئے گئے۔ ان میں ۳۳۷ مرد اور ۱۶۷ عورتیں تھیں۔ سروے کے نتیجے میں ۳۷ فیصد کشمیریوں نے کہا کہ پیپلز لیگ کے شبیر شاہ مسئلہ کشمیر حل کرانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ غور کیجئے! شبیر شاہ نہ الحاق پاکستان کی بات کرتے ہیں نہ خودمختاری کا نعرہ لگاتے ہیں، بلکہ صرف آزادی کشمیر کی بات کرتے ہیں۔ الحاق پاکستان کے حامی سید علی گیلانی کی ۱۰ فیصد اور خودمختار کشمیر کے حامی یٰسین ملک کی ۱۳ فیصد کشمیریوں نے حمایت کی۔ میرواعظ عمر فاروق اور حزب المجاہدین کے صلاح الدین کی صرف چار چار فیصد لوگوں نے حمایت کی۔ ۹ فیصد نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے تمام کشمیری قائدین کو مشترکہ جدوجہد کرنی چاہیے۔ ۹۰ فیصد نے مقبوضہ کشمیر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی شرح کو بہت زیادہ قرار دیا۔ ۸۰ فیصد نے مقبوضہ کشمیر میں بھارتی آئین کے تحت انتخابات کی مخالفت کی۔ ۶۶ فیصد نے کہا کہ مقبوضہ کشمیر میں تحریک آزادی کے باعث اسلامی بنیاد پرستی میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ ۱۹ فیصد نے کہا کہ بنیاد پرستی میں اضافہ ہوا ہے۔ ۷۲ فیصد کشمیریوں نے خودمختاری کی حمایت کی۔ ۱۹ فیصد نے الحاق پاکستان کی بات کی۔ ۴ فیصد نے پاکستان کے اندر رہ کر خودمختاری کی حمایت کی۔ ۳ فیصد نے بھارت کے اندر رہ کر خودمختاری کی حمایت کی اور ۲ فیصد نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کہا۔ بھارت کے ساتھ الحاق کی کسی ایک کشمیری نے بھی حمایت نہ کی۔

یہ سروے بڑا قابل غور ہے۔ ۷۲ فیصد کشمیری خودمختاری چاہتے ہیں، لیکن خودمختاری کا نعرہ لگانے والے یٰسین ملک کی حمایت صرف ۱۳ فیصد نے کی۔ یٰسین ملک کا تعلق جے کے ایل ایف سے ہے۔ لیکن سروے ظاہر کرتا ہے کہ خودمختاری کے نعرے کو جے کے ایل ایف نے نہیں بلکہ حالات نے مقبول بنایا ہے۔ ۳۷ فیصد نے شبیر شاہ کی حمایت کی۔ جو صرف آزادی کشمیر کی بات کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کشمیریوں کی اکثریت جانتی ہے کہ شبیر شاہ بھی دراصل خودمختاری چاہتے ہیں لیکن ان کی پہلی ترجیح صرف آزادی ہے۔ شبیر شاہ کی مقبولیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ۲۰ سال تک پس دیوار زنداں رہے ہیں۔ یہ سروے بھارت کو اس لئے پسند نہیں آیا کیونکہ خودمختار کشمیر کا نعرہ اس کے لئے زیادہ خطرناک ہے۔ اگر کشمیر خودمختار ہو جائے تو بہت سی بھارتی ریاستوں میں خودمختاری کی تحریکیں شروع ہو سکتی

ہیں۔ سردار قیوم مقبوضہ کشمیر کے عوام کی رائے سے آگاہ تھے۔ اس لئے انہوں نے مقبوضہ کشمیر کے عوام کو الحاق پاکستان کا حامی قرار نہیں دیا۔ انہیں چاہیے کہ آزاد کشمیر میں بھی ایک سروے کرالیں اور پھر اہل پاکستان کو بتادیں کہ کن لوگوں اور کن وجوہات کی بنا پر کشمیری الحاق پاکستان کے نعرے کی حمایت چھوڑ رہے ہیں۔

۹ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "نوائے وقت" کے فکاہیہ کالم
"سرِراہے" کا ایک اقتباس

DAILY NAWA I WAQT
RAWALPINDI
ISLAMABAD

روزنامہ
نوائے وقت
راولپنڈی، اسلام آباد

سرِراہے

زی ٹی وی کے پروگرام "آپ کی عدالت میں" سوالوں کا جواب دیتے ہوئے آزاد کشمیر کے وزیرِاعظم سردار عبدالقیوم نے کہا کہ میں نے اپنے بیٹے عتیق کو جہاد کرنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ میں اگر جوان ہوتا تو مقبوضہ کشمیر جاکر خود بھی جہاد کرتا۔ پروگرام کے کمپیئر شری شرما نے جب الزام لگایا کہ کشمیری مجاہدین کو پاکستان ہتھیار فراہم کرتا ہے تو سردار عبدالقیوم نے براہ راست شری شرما کو مخاطب کرتے ہوئے کہا مجھے آپ رقم دیں میں آپ کو مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوجیوں سے ہتھیار خرید کر دکھا دیتا ہوں۔

سردار عبدالقیوم کشمیر کے مجاہدِ اول کہلاتے ہیں۔ انہوں نے نیلابٹ کے مقام پر پہلی گولی چلا کر جہاد کی بسم اللہ پڑھی تھی اس لئے انہیں کہنا چاہیے تھا کہ میں تو اب بھی بھارت کے خلاف جہاد کر رہا ہوں۔ بھارتیوں نے ان کا مذاق اڑانے کے لئے نیلابٹ کو "انیلابٹ" مشہور کر دیا لیکن اس سے سردار صاحب کی عظمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ جہاں تک اسلحے کی خرید کا تعلق ہے تو بھارتی اتنے بے وقوف نہیں ہیں کہ وہ خود ہی سردار صاحب کو رقم دیں اور پھر اس رقم کے عوض ہتھیار بھی فراہم کریں۔ بھارتی فوجی ہتھیار بیچنے کو تیار ہیں لیکن رقم تو سردار صاحب کو ہی فراہم کرنی پڑے گی۔ وہ چمڑیاں بھی چاہتے ہیں اور دو دو بھی مانگتے ہیں۔

۱۰ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "نوائے وقت" کی خبر کا متن

سردار قیوم کا انٹرویو ٹیلی کاسٹ کرنے پر زی ٹیلی ویژن کے دفتر پر حملہ

آزاد کشمیر کے وزیراعظم سردار قیوم کا انٹرویو نشر کرنے پر مشتعل لوگوں نے نئی دہلی میں زی ٹی وی کے دفتر پر حملہ کر دیا۔ ٹی وی کے نیوز اینڈ کرنٹ افیرز کے سربراہ رجت شرما کو زدوکوب کیا اور ان کی کار توڑ دی۔ مشتعل لوگوں نے بمبئی میں زی ٹی وی کے دفتر پر بھی حملہ کرنے کی دھمکی دی ہے۔ حملہ آوروں کا کہنا تھا کہ سردار قیوم کا انٹرویو کر کے زی ٹی وی نے قومی مفاد کے خلاف کام کیا ہے۔ ان افراد نے دھمکی دی کہ اگر آئندہ ایسا پروگرام پیش کیا گیا تو زی ٹی وی کی انتظامیہ کو سنگین نتائج بھگتنا ہوں گے۔ رجت شرما نے کہا کہ ہم ان دھمکیوں سے نہیں ڈریں گے بلکہ بھارت اور پاکستان کے مفاد میں تمام پروگرام ضرور ٹیلی کاسٹ کئے جائیں گے۔ پولیس نے حملہ آوروں کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے۔ حملہ آور دفتر میں چند پرچیاں چھوڑ گئے جن پر شیوسینا کا نام لکھا ہوا تھا۔ یاد رہے کہ زی ٹیلی ویژن نے ۷ جنوری کو وزیراعظم آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان کا انٹرویو نشر کیا تھا۔

بحوالہ (اے پی پی) ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان

۱۱ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "خبریں" اسلام آباد میں خوشنود علی خان کے کالم "ناقابل اشاعت" کا مکمل متن

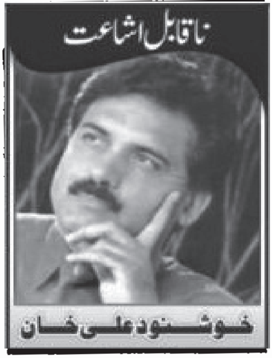

مجاہد اول کی فتح سے سلطان راہی کے قتل تک

زی ٹیلی ویژن کے انٹرویو کے لئے مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان جب سر جھکائے شارجہ کے اس چھوٹے سے ہال میں داخل ہوئے جہاں ان کا انٹرویو ریکارڈ کیا جانا تھا تو ان کے پورے انٹرویو کے دوران مجھے جتنی دعائیں یاد تھیں میں نے پڑھ ڈالیں۔ ساری دعائیں ملا کر اصل دعا ایک ہی تھی۔

"یا مولا! سردار قیوم کو قوت گفتار دے، ایسی قوت گفتار جو دشمنوں کے دانت کھٹے کر دے"۔

انٹرویو شروع ہوا تو ملتان سے لاہور کے لئے میری فلائٹ کا وقت ہو چکا تھا۔ اس بات کا احتمال بھی تھا کہ میں فلائٹ پر نہ پہنچ پاتا لیکن میں نے بے انتہا دعاؤں کے ساتھ سردار قیوم کو سنا اور اب مجھے یقین ہے کہ جس طرح میں دعائیں کر رہا تھا بالکل اسی طرح سب پاکستانی اور سب کشمیری مسلمان ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے سردار قیوم کے لئے دعا گو تھے۔

مجھے یہ بھی یقین تھا کہ سردار قیوم "آپکی عدالت میں" کے کمپیئر مسٹر شرما کو اپنی شخصیت کے سحر میں مبتلا کر لیں گے۔ کیونکہ سردار قیوم کا یہ انٹرویو میرے مولا و آقا کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کے درمیان ایک نفسیاتی جنگ کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ جنگ ہم ۱۹۴۷ء سے لڑ رہے ہیں۔ مسٹر شرما نے اپنی مرضی کی باتیں کہلوانے کی پوری کوشش کی لیکن سردار قیوم نے وہی کہا جو انہیں کہنا چاہیے تھا اور جن الفاظ میں انہوں نے زی ٹیلی ویژن کے ذریعے کشمیر کا مسئلہ

پیش کیا میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس انداز اور ان الفاظ میں اس طرف (آزاد کشمیر) کا کوئی اور کشمیری پیش کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتا۔ سردار عبدالقیوم اپنا یہ انٹرویو (دو قسطوں میں) ریکارڈ کروا کے واپس اسلام آباد پہنچ گئے۔ میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن ملاقات کے لئے میرے دل میں آرزو ضرور تڑپ رہی ہے۔

میرا اور ان کا رشتہ بھی عجیب ہے۔ میں ان کا معتقد بھی ہوں اور نقاد بھی۔ میں نے خود آزاد کشمیر جا کر ان کی حکومت کے بعض "کارہائے نمایاں" کے حوالے سے ان سے جو گفتگو کی ہے اور جس طرح کی ہے اگر ان کی جگہ کوئی دوسرا وزیر اعظم ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے کوہالہ کے اس پار واپس نہ آنے دیتا۔ بہرحال سردار قیوم انسان ہیں اور غلطیاں بھی انسانوں ہی سے ہوتی ہیں۔ میں جو بات ان سے مل کر کہنا چاہتا ہوں وہ شاید شدت جذبات میں ان کے سامنے نہ کہہ سکوں کیونکہ میں تلہ گنگ کا رہنے والا ہوں اور تلہ گنگ والوں کو صرف دو کام آتے ہیں اول بھیڑیں چرانا اور زمین کا سینہ چیرنا، دوئم وطن کی حفاظت کے لئے نذرانہ جان پیش کر دینا۔ میرا تعلق اس زمین سے ہے جس کے قبرستانوں کے چپے چپے میں شہیدوں کی قبریں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں سردار قیوم کے انٹرویو کو "پاک بھارت" جنگ سے کم نہیں سمجھتا۔ اس جنگ میں فتح پاکستان اور کشمیریوں کی ہوئی۔

قارئین کرام! اصل بات جو میں کہنا چاہتا تھا اور کہہ نہیں سکا وہ یہ ہے کہ میری خواہش ہے کہ میں سردار قیوم کے سامنے جاؤں اور جا کر پورے زور سے نعرہ لگاؤں "سردار قیوم زندہ باد"، "کشمیر بنے گا پاکستان"۔

قارئین کرام! میں نے یہ کالم اسلام آباد سے گوجرانوالہ تک "بائی روڈ" سفر کرتے ہوئے کار میں اپنے ساتھی مشتاق منہاس کو ڈکٹیٹ کروایا ہے۔ میں سارے راستے مشتاق منہاس سے یہ بحث کرتا رہا ہوں کہ ہزاروں کشمیری شہیدوں کے باپ سید علی گیلانی زی ٹیلی ویژن پر اپنا مطمع نظر صحیح طور پر کیوں بیان نہیں کر سکے۔ انٹرویو کے اس سلسلے میں تو ڈاکٹر فاروق عبداللہ نے پاکستانیوں اور کشمیریوں کے دل میں صرف ایک واقعہ بیان کر کے خاصی جگہ بنا لی تھی۔ فاروق عبداللہ نے کہا "میں نے تو ڈاکٹری بھی پاکستان کے خرچ پر پاس کی ہے"۔ میرے باپ کے گناہ میرے گناہ نہیں ہیں۔ میں ۱۹۷۴ء میں ہونے والے اندرا، عبداللہ اکارڈ کا ذمہ دار نہیں ہوں"۔ محترم! سید علی گیلانی کی زبان سے بھی میں ایسی ہی بات سننے کا مشتاق ہوں۔

یہ سطور لکھتے لکھتے گوجرانوالہ آ گیا ہے۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ فلمی دنیا کی معروف شخصیت اور ذاتی حیثیت میں ایک بہت اچھے انسان سلطان راہی کو گوجرانوالہ بائی پاس پر ڈکیتوں نے قتل کر ڈالا۔ سلطان راہی اس وقت اپنی پنکچر گاڑی کا ٹائر تبدیل کر رہے تھے۔ بہت سے لوگ سلطان راہی مرحوم کو فلموں کے حوالے سے جانتے ہیں۔ میں نے ان کی ایک یا دو ادھوری فلمیں دیکھی ہیں لیکن ان سے ذاتی طور پر درجنوں بار ملا ہوں۔ ایک دن اپنے ایک بزرگ دوست اور فلمی صحافی فدا احمد کاردار کے ساتھ ایک سٹوڈیو میں زیر تکمیل فلم کی شوٹنگ کے موقع پر ان سے ملاقات ہوئی۔ وہ فلم کے اس سین میں جس کی شوٹنگ جاری تھی کئی لوگوں کو قتل کر کے آئے تھے اور آتے ہی سلطان راہی کو (یعنی خود کو) کوسنا شروع کر دیا۔ سلطان راہی کہہ رہے تھے۔ ”اللہ نے میرا رزق بھی کیسے لکھ دیا ہے، اب کچھ لوگ یہ فلم دیکھ کر عملاً انسانوں کا خون کرنے کی کوشش کریں گے۔ بڑھکیں ماریں گے اور پتہ نہیں کیا کیا کریں گے“۔

میں نے یہ واقعہ سینکڑوں مرتبہ اپنے ساتھیوں کو سنایا کہ پروفیشن کی بھی کیا کیا مجبوریاں ہوتی ہیں۔ میں گوجرانوالہ بیورو آفس میں بیٹھا یہ سطور لکھتے ہوئے سوچ رہا ہوں کہ سلطان راہی پر گولی چلانے والے ڈکیت کہیں سلطان راہی کی کسی فلم سے تو متاثر نہیں تھے۔ کیا انہوں نے یہ کام سلطان راہی کی فلموں سے سیکھا تھا؟ آج سلطان راہی نے مار دھاڑ کی فلمیں بنانے والوں سے سوال کر دیا ہے............ اس کی موت کا ذمہ دار کون ہے؟

هفت روزہ کشیر مظفر آباد۔ مورخہ ۹ جنوری ۔ ۱۵ جنوری ۱۹۹۶ء میں
خواجہ عبدالصمد وانی کا اداری نوٹ

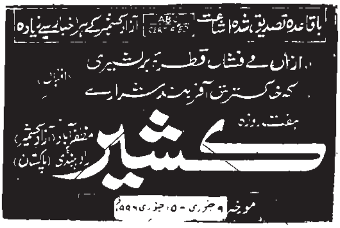

بھارتی زی ٹی وی سے کشمیر کاز کی شاندار وکالت

ریاست جموں و کشمیر کی سب سے پرانی اور موثر ترین سیاسی تنظیم آل جموں و کشمیر مسلم کانفرنس کے صدر اور آزاد جموں و کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم خان کا ۷ اور ۱۴ جنوری ۱۹۹۶ء کو بھارتی ٹی وی (زی ٹی وی) کے معروف پروگرام "آپ کی عدالت میں" خصوصی انٹرویو ٹیلی کاسٹ ہوا ہے۔ وہ جنوبی ایشیا میں کروڑوں افراد نے دیکھا اور سنا ہے۔ سردار صاحب کا یہ انٹرویو گزشتہ ماہ ۱۹ دسمبر ۱۹۹۵ء کو دوبئ (شارجہ) میں ریکارڈ ہوا تھا۔ زی ٹی وی کے اس معروف پروگرام کے لئے بھارت اور مقبوضہ کشمیر سے باہر کسی شخصیت کا پہلا انٹرویو تھا۔ جن لوگوں نے یہ انٹرویو دیکھا اور سنا ہے وہ ہماری اس رائے سے اتفاق کریں گے کہ۔

سردار عبدالقیوم خان نے اس خصوصی انٹرویو میں کشمیری عوام اور تحریک آزادی کشمیر کا حق جس خوبی اور خوبصورتی سے ادا کیا ہے یہ ان کا ہی حصہ ہے۔ کشمیریوں اور پاکستان کے دشمن، بھارت کے سرکاری الیکٹرانک میڈیا (ٹی وی) سے سردار صاحب نے جس جرأت مندی، حقیقت پسندی اور خوش اسلوبی سے ہمارا موقف پیش کیا ہے ہر شخص کھلے دل کے ساتھ اس کی داد دے گا۔

وزیراعظم آزاد کشمیر نے حکومت آزاد کشمیر کے قیام اور آزاد کشمیر کی حیثیت اور حکومت آزاد کشمیر کا مقام جس طرح دشمن ملک پر واضح کیا ہے، وہ نہایت موثر تھا......

سردار صاحب نے بھارت پر یہ حقیقت واضح کی ہے کہ.........:

"آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کا ۳۲ ہزار مربع میل کا علاقہ الحاق پاکستان کے نام پر (۴۸-۱۹۴۷ء) میں آزاد کرایا گیا تھا۔ اس لئے کسی کو اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہئے کہ ....:"

"آزاد کشمیر بھارتی مقبوضہ کشمیر کی تحریک آزادی کا بیس کیمپ ہے اور ہر کشمیری کے لئے یہ بیس کیمپ کھلا ہے۔"

"انہوں نے بھارت کے اس لغو موقف کو مکمل دلائل کے ساتھ مسترد کر دیا ہے کہ آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کے علاقے پاکستان کے "مقبوضہ علاقے" ہیں۔" انہوں نے بھارتی ٹی وی پر بھارت کو چیلنج کی صورت میں کہا ہے کہ ....:

"آزاد کشمیر کو جتنی آزادی حاصل ہے اس قدر آزادی بھارت اور پاکستان کے کسی بھی صوبے کو حاصل نہیں ہے۔"

سردار صاحب نے آزاد کشمیر میں لینٹ افسروں، منگلا ڈیم کی رائلٹی ایسے نازک معاملات کے سلسلے میں بھی بھارت کے مخالفانہ موقف کو رد کرتے ہوئے انہیں لاجواب کر دیا ہے۔ اسی طرح حکومت پاکستان اور آزاد کشمیر حکومت کے باہمی معاملات اور تعلقات کے مسئلے کی انہوں نے اس طرح خوبصورت وضاحت کی ہے کہ دشمن کو بھی لاجواب ہونا پڑا۔

مقبوضہ کشمیر کی موجودہ مسلح جدوجہد میں حکومت آزاد کشمیر کے رول، کشمیری مجاہدین کی آزاد کشمیر میں تربیت، اسلحہ اور مالی امداد ایسے بھارتی الزامات کا انہوں نے وضاحت سے جواب دیا اور واضح کیا ہے کہ ....:

"آزاد کشمیر میں سرکاری طور پر نہ تو فوجی تربیت دی جاتی ہے اور نہ ہی اسلحہ اور مالی امداد فراہم کی جاتی ہے۔" تاہم انہوں نے بھارت پر واضح کیا ہے کہ "اگر ہم فوجی ٹریننگ دینے، اسلحہ اور مالی امداد فراہم کرنے کی پوزیشن میں ہوتے تو ضرور ایسا کرتے۔" انہوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ ....:

آزاد علاقے میں مقبوضہ کشمیر سے آئے ہوئے نوجوان اپنے طور پر فوجی ٹریننگ حاصل کریں، اسلحہ حاصل کریں تو ہم انہیں روک نہیں سکتے۔ اس سلسلے میں ہمیں کسی معذرت کی ہرگز کوئی ضرورت نہیں اسی طرح اگر آزاد علاقے سے کوئی نوجوان مقبوضہ کشمیر اپنے مصیبت

زدہ بھائیوں کی مدد کے لئے جانا چاہے تو ہم نہیں روکیں گے۔

زی ٹی وی کے پروگرام ''آپ کی عدالت'' میں ایک سوال کے جواب میں انہوں نے دلی جذبات کے ساتھ کہا ہے کہ.........:

''جب ہماری ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ انسانیت سوز سلوک ہو رہا ہے تو ہم سے یہ امید کس طرح کی جا سکتی ہے کہ ہم اپنے ان بھائیوں کی مدد نہ کریں جبکہ خود بھارت نے مشرقی پاکستان میں پاکستان کے خلاف تشدد کی ہر طرح سے امداد فراہم کی تھی اور آج بھی کراچی میں پاکستان کے خلاف دہشت گردی میں بھارت کا ہاتھ ہے''۔ سردار صاحب نے بھارتی الیکٹرانک میڈیا (زی ٹی وی) سے تحریک آزادی کشمیر کے مقاصد، کشمیری عوام کے موقف، پاکستان کی کشمیر پالیسی اور کشمیر کاز کی جو شاندار اور موثر وکالت کی ہے وہ قابل تعریف ہے۔

سردار عبدالقیوم خان کی شخصیت تحریک آزادی کشمیر کا ایک ایسا اثاثہ ہے جس پر جموں وکشمیر کے عوام بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

وزیراعظم آزاد کشمیر سردار محمد عبدالقیوم خان نے نہایت خوبصورت انداز میں مسئلہ کشمیر کو زی ٹی وی کے ذریعے پیش کیا۔ (سردار سکندر حیات خان)

آزاد جموں و کشمیر کے صدر سردار سکندر حیات خان نے زی ٹی وی پر نشر ہونے والے سردار عبدالقیوم خان کے انٹرویو کی تعریف کی ہے اور کہا کہ سردار عبدالقیوم نے نہایت خوبصورت انداز میں مسئلہ کشمیر کو زی ٹی وی کے ذریعے پیش کیا ہے۔ اس انٹرویو میں وہ منجھے ہوئے سیاستدان کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ سردار عبدالقیوم نظریئے اور عقیدے سے وابستہ ہیں اور انہوں نے اپنے مقدمے کی پیروی بہتر انداز میں کی ہے۔ انٹرویو کے ذریعے بھارت میں لوگ پاکستان کے مسئلہ کشمیر کے متعلق موقف سے آگاہ ہوئے ہیں۔

(بشکریہ روزنامہ "پاکستان" ۱۶ جنوری ۱۹۹۶)

———— o ————

زی ٹی وی پر سردار محمد عبدالقیوم خان نے موثر انداز میں اپنے موقف کی وضاحت کی۔ (نوابزادہ نصراللہ خان)

پارلیمنٹ کی کشمیر کمیٹی کے چیئرمین نوابزادہ نصراللہ خان نے وزیراعظم آزاد کشمیر سردار محمد عبدالقیوم خان کے بھارتی زی ٹی وی کو دیئے گئے انٹرویو پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ سردار قیوم نے تمام سوالات کے جواب خود اعتمادی سے دیئے اور اس میں دو رائے نہیں تھیں کہ انہوں نے اپنے موقف کی سیاسی بصیرت کے ساتھ بڑے موثر انداز میں وضاحت کی۔

(بشکریہ روزنامہ "نوائے وقت" ۱۷ جنوری ۱۹۹۶ء)

۱۶ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی کے ادارتی نوٹ کا متن

مسئلہ کشمیر اور عسکریت

آزاد کشمیر کے وزیراعظم نے زی ٹی وی کے پروگرام "آپ کی عدالت" میں انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ فوجیں چوکس ہیں، فائرنگ کا تبادلہ بھی ہو رہا ہے، ایٹمی جنگ ہو سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسئلہ کشمیر حل کرنا پڑے گا۔ ایسا وقت بھی آسکتا ہے کہ "عسکریت" کسی کے کنٹرول میں نہ رہے۔

یہ خدشہ بلاشبہ موجود ہے کہ متنازعہ علاقوں کے لوگ "عسکریت" کا سہارا لے کر معاملات کو طے کرنے کی راہ اختیار کریں مگر ان کے سامنے کوئی متفقہ اور اونچا مقصد نہ ہو۔ "عسکریت" کا ایک دوسرا مطلب مسائل کو قوت کے ذریعے حل کرنا بھی ہو سکتا ہے اور اس رجحان کے مظاہر ابھی سے دیکھنے میں آرہے ہیں جبکہ اس بات کی ضرورت واضح ہے کہ جس قدر اہم مسئلہ کشمیر ہے اسی لحاظ سے وسیع تر ڈسپلن اور متفقہ لائحہ عمل اختیار کر کے ایک جدید قوت محرکہ کی تشکیل کا اہتمام کیا جائے۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ بھارت اپنے میزائل پروگرام کو تیزی سے وسعت دے کر برصغیر اور آس پاس کے علاقوں کے حوالے سے سامنے آنے والے ہر چھوٹے اور بڑے فوجی اور غیر فوجی مسئلے کو قوت کے بل بوتے پر حل کرنے پر تلا ہوا ہے۔ رائے عامہ حقوق انسانی اور بقائے باہمی کے تمام اصول اس کے ہاں اپنے معانی کے علاوہ فضیلت سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔ ایسے میں وقت کا تقاضا یہ ہے کہ پاکستان ایٹمی ڈیٹرنٹ کے سوال پر کسی بڑی یا چھوٹی قوت سے کوئی سمجھوتہ بالکل نہ کرے تاکہ اس محدود سے پروگرام کی مدد سے بعض بڑے مسائل کو سنگین صورت اختیار کرنے سے روک دیا جائے اور ایک ایسا تاثر واضح کر دیا جائے کہ ہر نوع کی فوجی تیاریوں کے باوجود بھارت اپنی کھال میں رہے اور جارحیت کی کوئی آندھی ایشیا کے اس خوبصورت خطے کے مستقبل کے لئے خطرہ ثابت نہ ہو سکے۔

۱۷ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "اساس" راولپنڈی میں جناب غلام اکبر کے کالم "نوک قلم" کا مکمل متن

سردار عبدالقیوم
زی ٹی وی پر

۱۵ جنوری کی شب کو آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم نے کشمیر ہاؤس اسلام آباد میں ایک عشائیہ دیا جس کے مدعوئین میں اکثریت کا تعلق ابلاغ عامہ سے تھا۔ ایک ہی روز پہلے زی ٹی وی نے "آپ کی عدالت" میں سردار عبدالقیوم کے انٹرویو کا دوسرا حصہ نشر کیا تھا۔ پہلا حصہ ۷ جنوری کو نشر کیا جا چکا تھا اور اس کا خاصا چرچا بھی ہو چکا تھا۔ زی ٹی وی کے رجت شرما "آپ کی عدالت" میں نشر کئے جانے والے اسی انٹرویو کی وجہ سے انتہا پسند ہندوؤں کے شدید غیظ و غضب کا نشانہ بھی بن چکے تھے۔

وزیر اعظم سردار عبدالقیوم نے جو عشائیہ دیا اس کا مقصد اپنے اس انٹرویو کے بارے میں مدعوئین کے ساتھ تبادلہ خیالات کرنا تھا۔ سردار صاحب نے عشائیہ سے پہلے ہونے والی غیر رسمی گفتگو میں اپنے اس انٹرویو کے پس منظر پر روشنی ڈالی۔ سردار عبدالقیوم سے اختلاف رکھنے والے حضرات بھی اس امر سے انکار نہیں کریں گے کہ وہ گفتگو بڑی مدلل اور پر مغز کرتے ہیں۔ میں اپنا شمار سردار صاحب سے اختلاف رکھنے والے حضرات میں تو نہیں کرتا لیکن خود کو ان کے پرجوش مداحوں اور حامیوں میں بھی شامل نہیں سمجھتا۔ اتفاق سے میں بھی اس عشائیے میں شریک تھا اور مجھے سردار صاحب کی مدلل اور پر مغز گفتگو سننے کا موقع دوسری بار ملا۔ میرے ساتھ کچھ مدعوئین ایسے بھی تھے جن کا شمار بلاشبہ سردار صاحب کے پرجوش پرستاروں میں کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ زی ٹی وی پر پیش

ہونے سے سردار صاحب کا سیاسی قد اتنا بلند ہو گیا ہے اور ان کی اہمیت اور مقبولیت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ حکومت وقت زبر دست حسد کا شکار ہوئے بغیر نہیں رہی ہوگی۔ ایک صاحب نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ پی ٹی وی پر اس انٹرویو کو مکمل طور پر نظر انداز کرنے کی وجہ بھی حکومت کے اندر سردار صاحب کی مقبولیت اور کامیابی کے بارے میں پایا جانے والا خوف اور حسد ہے۔

ایک کہنہ مشق صحافی کا خیال تھا کہ ریڈیو پاکستان نے بھی ڈر ڈر کر سردار عبدالقیوم کے انٹرویو کا ذکر کیا پہلے صرف ایک لائن دی دوسرے بلیٹن میں ایک لائن کا اضافہ کیا اور تیسرے بلیٹن میں بات تین لائنوں تک پہنچائی۔ کہنا وہ یہ چاہ رہے تھے کہ حکومت نے سردار صاحب کے انٹرویو کے Impact یعنی اثر کو مانیٹر کرنے کا کوئی بندوبست کر رکھا تھا اور اپنے زیر کنٹرول میڈیا پر اس انٹرویو کا ذکر حکومت نے اسی "مانیٹرنگ" کے نتائج کی روشنی میں ہی کیا۔ باتیں اور بھی بہت دلچسپ ہوئیں۔ کچھ اہل جوش ایسے بھی تھے جنہیں پاکستان کی تمام حکومتوں سے بالعموم اور موجودہ حکومت سے بالخصوص یہ شکایت تھی کہ کشمیر کے "کاز" کو نظر انداز کیا جا رہا ہے اور سردار عبدالقیوم ہی بس واحد شخص دور دور تک نظر آتے ہیں جن سے مسئلہ کشمیر کا کوئی منصفانہ حل کروانے کی توقع وابستہ کی جا سکتی ہے۔

تبادلہ خیالات کے دوران پاکستان کے اندر ہونے والی سیاسی محاذ آرائی بھی موضوع بحث بنی اور چند حضرات نے سردار عبدالقیوم پر زور دیا کہ وہ اپنے وسیع سیاسی تجربے اور دانش کو اس محاذ آرائی کے خاتمے اور فریقین کے درمیان مفاہمت پیدا کرنے کے لئے استعمال کریں اس ضمن میں کچھ باتیں ایسی بھی ہوئیں جن سے یہ تاثر ملتا تھا کہ پاکستان کی تقدیر بدست بچگان پہنچ چکی ہے اور "بچگان" بھی ایسے ہیں جو ایک دوسرے پر صرف ٹماٹر اور گندے انڈے ہی نہیں پتھر اور اینٹیں بھی پھینک رہے ہیں۔

سردار صاحب نے سارے سوالات اور مشورے بڑے پر سکون انداز میں سنے اور جو بات مجھے اچھی لگی وہ یہ تھی کہ وہ اس بات کو اپنے لئے کوئی بڑا اعزاز نہیں سمجھ رہے تھے کہ انہیں زی ٹی وی پر جگہ ملی ہے بلکہ اس بات پر خوش اور مطمئن تھے کہ وہ ایک مشکل امتحان سے بڑی کامیابی کے ساتھ گزرے ہیں۔ سردار صاحب نے زی ٹی وی کے شرفاء کے بارے میں یہ اعتراف کیا کہ انہوں نے بے حد "جارحانہ" اور "نازک و حساس" سوال بھی معقولیت کے

لہجے میں پوچھے اگرچہ انٹرویو کی قطع و برید بھی خاصی ہوئی پھر بھی سردار عبدالقیوم اور اہل پاکستان کا موقف زی ٹی وی پر پیش ہوئے بغیر نہیں رہا۔

اس ضمن میں سردار صاحب نے یہ دلیل پیش کی کہ اب زمانہ بہت آگے جا چکا ہے اور ہمارا اصل چیلنج اب یہ ہے کہ ہم اپنے "مقاصد" پر کوئی بھی سمجھوتہ کئے بغیر اپنی حکمت عملیوں کو اپنے ارد گرد کے حقائق کی روشنی میں ڈھالتے رہیں۔

مجھے سردار صاحب کی یہ بات خاصی مدبرانہ لگی کہ وہ Strategies یعنی حکمت عملیوں اور Objectives یعنی مقاصد کے فرق کو ابھار کر مدعوئین کو دعوت دے رہے تھے کہ وہ اپنا قلم اسی سمت میں استعمال کریں جس سمت کی اہمیت کو زی ٹی وی بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ جو کچھ سردار صاحب کہنا چاہ رہے تھے وہ کچھ اگر وہ کھل کر کہتے تو یہ کہتے کہ کشمیر کی جنگ آزادی صرف ان شہیدوں کی قربانیوں سے نہیں جیتی جا سکتی جو بھارتی قابض فوج کی سفاک گولیوں اور سنگینوں کی زد میں آ چکے ہیں یا آئیں گے کشمیر کی جنگ آزادی جیتنے کے لئے ہمیں "دلیل" اور دلیل کی تشہیر کے میدان میں بھی بھارت کو نیچا دکھانا ہو گا۔

اگرچہ سردار صاحب نے یہ بات کہی نہیں مگر جو کچھ بھی انہوں نے کہا اس کا مفہوم میرے ذہن نے یہی وصول کیا۔

مجھے سردار عبدالقیوم کا انٹرویو زی ٹی وی پر سننے کا موقع نہیں مل سکا لیکن مجھے یقین ہے کہ انہوں نے اہل کشمیر کا اور اہل پاکستان کا موقف "جذبات" سے زیادہ "دلیل" کی زبان میں ہی پیش کیا ہو گا۔ یہ ایک اچھی روایت شروع ہوئی ہے کہ بھارتی میڈیا پر پاکستان کا موقف اتنی تشہیر کے ساتھ پیش ہوا ہے۔ میرے نزدیک آزادی کشمیر کے لئے ہونے والی جدوجہد میں یہ بہت ہی بڑی پیش رفت ہے۔

مجھے سردار صاحب کی یہ بات بھی اچھی لگی کہ وہ پاکستان کی سیاست پر کھل کر اظہار رائے کرنے سے اجتناب کرتے رہے حالانکہ کچھ سوالات کا مقصد ہی انہیں اس "میدان" میں گھسیٹنا تھا۔ اہل کشمیر کو صرف میاں نواز شریف اور ان کے حامیوں یا صرف بے نظیر بھٹو اور ان کے حامیوں کی حمایت نہیں چاہیے، کشمیر کے ساتھ پورا پاکستان ہے اور پاکستان میں ایک ہی قسم کی سوچ رکھنے والی Robot (روبوٹ) آباد نہیں، بہت سوں کا ووٹ میاں کے لئے ہے اور بہت سوں کا پی پی کے لئے۔

۱۸ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "اساس" راولپنڈی میں جناب غلام اکبر کے
کالم "نوک قلم" کا مکمل متن

برف پگھل رہی ہے؟

آج کا موضوع بھی زی ٹی وی پر سردار عبدالقیوم خان کا انٹرویو ہے۔ ظاہر ہے کہ اس انٹرویو کا موضوع کشمیر ہی ہو گا۔ اور جب بھی کوئی بات کشمیر کے حوالے سے ہوتی ہے تو چشم تصور بندوقوں کی نالیوں سے اگلی جانے والی موت کا چہرہ دیکھتی ہے۔ پتھرائی ہوئی پھٹی پھٹی آنکھوں والے چہروں کی طرف بڑھنے والی سنگینوں کو دیکھتی ہے اور چھلنی سینوں سے ابل ابل کر سبزہ زاروں پر اور بہتے پانیوں میں گرنے والا خون دیکھتی ہے۔

اور تصور کی صرف آنکھیں ہی نہیں ہوتیں تصور کے کان بھی ہوتے ہیں۔ ذکر کشمیر کا ہو رہا ہو تو تصور کے کانوں سے کسی کی سسکیاں ٹکراتی ہیں تو کسی کی چیخیں ان ہی سسکیوں اور چیخوں کے ساتھ ساتھ وہ فلک شگاف ایمان افروز نعرہ بھی گونجتا ہے جو دنیا کو قوموں میں تقسیم کرتا ہے۔

اگر اس نعرے کا وجود نہ ہوتا تو صدیوں سے موجود ہندوستان یا بھارت بیسویں صدی کے وسط تک پہنچ کر تقسیم کیوں ہوتا...... ؟ یہ نعرہ اللہ کو غیر اللہ سے الگ کرتا ہے اور اللہ کی پیدا کردہ کائنات میں اللہ کے پیدا کردہ انسان کے ذریعے اللہ کی وحدت اور معبودیت قائم کرتا ہے۔

موذن ہر اذان میں اعلان کرتا ہے اللہ اکبر
مومن ہر نماز میں اقرار کرتا ہے اللہ اکبر

میدان جدل ہو تو ایک طرف سے صدا بلند ہوتی ہے نعرہ تکبیر اور دوسری طرف سے فلک کو چیر جانے والا جواب بلند ہوتا ہے اللہ اکبر!

کشمیر کی فضائیں جب اسی نعرے کی گونج دہلی پہنچاتی ہیں تو اٹھاون کروڑ دیوتاؤں اور دیویوں کی پرستش کرنے والا ہندو سوچتا ہے کہ ایک بار تو بھارت تقسیم ہو گیا مگر دوسری بار اسے تقسیم نہیں ہونے دیا جائے گا۔

مگر تکبیر کے نعرے کے ذریعے اپنی پہچان کرانے والی قوم کشمیر پر اپنا تسلیم شدہ اور جائز حق منوانے کے لئے چھ لاکھ قابض بھارتی فوج کی موت برساتی گولیوں اور آگ اگلتی توپوں کے سامنے کچھ اس شان کے ساتھ ڈٹ گئی ہے کہ انسانی حقوق اور جمہوریت کا نام لینے والی مہذب دنیا کے سامنے اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں رہی کہ اگر وہ اہل کشمیر کو ان کا حق دلانے سے معذور بھی ہے تو کم از کم ان کی چیخوں کو ہمدردی سے سنے۔

زی ٹی وی پر سردار عبدالقیوم نے کشمیر کا مقدمہ اس انداز میں تو پیش نہیں کیا مگر یہ امر بذات خود بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ انہیں بھارتی میڈیا کے ایک اہم چینل پر اپنا نقطہ نظر بیان کرنے کا موقع ملا ہے۔ یہ موقع انہیں یقیناً زی ٹی وی نے ہی فراہم کیا ہے ایک رائے یہاں یہ بھی ہے کہ اس قسم کا موقع بھارتی ''را'' کی منشاء کے بغیر فراہم نہیں کیا جاسکتا۔ اس رائے میں کتنا وزن ہے اور کتنی صداقت ہے اس بارے میں کوئی بات حتمی طور پر نہیں کی جاسکتی لیکن ایک سوال ذہن میں ضرور اٹھتا ہے کہ ''اس قسم کا انتظام کر کے ''را'' آخر حاصل کیا کرنا چاہتی تھی؟'' سردار عبدالقیوم کو اظہار رائے کا موقع دے کر بھارت کو کیا فائدہ حاصل ہوسکتا ہے؟

ان سوالوں کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو لگتا ہے کہ یہ اقدام زی ٹی وی نے کمرشل نقطہ نظر سے اپنا اعتبار جمانے اور اپنی Credibility بڑھانے کے لئے کیا ہے۔

آج پوری دنیا ''ڈش اور سیٹلائٹس'' کے دور میں اپنے شب و روز گزار رہی ہے اب آنکھیں بھی بند نہیں کی جاسکتیں اور کانوں میں بھی انگلیاں نہیں ٹھونسیں جاسکتیں۔

ناظرین و سامعین کی پہنچ اب دنیا کے ایک کونے سے لے کر دوسرے کونے تک ہے اور یہ پہنچ Instant قسم کی ہے گویا اب بھی کوئی ''کلچر'' دور نہیں رکھا جاسکتا کوئی بھی اطلاع لوگوں تک پہنچنے سے نہیں روکی جاسکتی یہ اہلیت پاکستان کے پاس بھی ہے کہ وہ پی ٹی وی کے ذریعے

اپنی بات سمندر پار اور سرحد پار کے لوگوں تک اسی کامیابی کے ساتھ پہنچا سکتا ہے جس کامیابی کے ساتھ بھارت پہنچاتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس دور میں سفارت خانوں کی حیثیت ثانوی بن کر رہ گئی ہے اور معاملہ بڑی حد تک بی بی سی، سی این این اور زی ٹی وی وغیرہ کے ہاتھوں میں جاچکا ہے۔

زی ٹی وی پر آنے سے سردار عبدالقیوم خان کا قد بڑھا ہے یا نہیں زی ٹی وی کا اپنا گراف ضرور اونچا ہوا ہے۔ ایک بات تو یہاں یہ Establish ہوئی ہے کہ بھارت کو پاکستان کا نقطہ نظر بہت زیادہ "خوفزدہ" نہیں کر رہا اور دوسری بات یہ سامنے آئی ہے کہ بھارت اپنے رویئے میں لچک پیدا کرنے کے سگنل دے رہا ہے۔

یہاں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سردار عبدالقیوم نے زی ٹی وی پر آنے کا موقع حاصل کر کے جو چھکا لگایا ہے اس سے پاکستان کی حکومت "حواس باختہ" ہوگئی ہے اور اسی حواس باختگی کی وجہ سے سرکاری میڈیا نے مذکورہ انٹرویو کو کوئی "لفٹ" نہیں دی۔

اس قسم کی باتیں "چھوڑنا" سیاسی حقائق سے نابلد ہونے کی نشانی ہے۔ سردار عبدالقیوم پاک فوج اور "حکومت" کے اشارے کے بغیر خود کو زی ٹی وی پر پیش کر ہی نہیں سکتے تھے۔

یہ کوئی عام معمولی مسئلہ نہیں کہ سردار صاحب کو اس قسم کا فیصلہ کرنے کی کھلی چھٹی ہوگی۔

گویا ۱۹۹۶ء کے آغاز پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کشمیر کے معاملے پر جمود ختم ہونے کو ہے۔

یعنی برف پگھل رہی ہے۔

ہفت روزہ "فیملی" میگزین لاہور، ۲۱ تا ۲۷ جنوری ۱۹۹۶ء کا ادارتی نوٹ

فیملی میگزین
ہفت روزہ

سردار قیوم
کا
اعلان حق

پچھلے دنوں بھارتی زی ٹی وی کے ایک پروگرام میں آزاد کشمیر اور مسئلہ کشمیر کے بارے میں تابڑ توڑ حملوں کا جواب دیتے ہوئے وزیراعظم سردار عبدالقیوم خان نے خود کو صحیح معنوں میں "مجاہد اول" ثابت کر دیا ہے۔ یہ پروگرام دراصل ایک تنقیدی پروگرام ہے اور سردار قیوم کے انٹرویو کے لئے تو خاص طور پر تیاری کی گئی تھی جس میں سردار صاحب کو دہشت گردوں کا سرپرست اور مقبوضہ کشمیر میں جدوجہد کرنے والے مجاہدین کو دہشت گردوں کے طور پر پیش کیا گیا۔ سردار قیوم پر پاکستان کی "کٹھ پتلی" ہونے کا الزام بھی عائد کیا گیا۔ ان کے خلاف ایک الزام یہ بھی تھا کہ آزاد کشمیر میں انہوں نے "دہشت گردوں" کا بیس کیمپ بنا رکھا ہے جہاں سے حملہ آوروں کو تربیت دے کر مقبوضہ کشمیر روانہ کیا جاتا ہے۔ سردار قیوم خان نے اپنی حاضر جوابی اور استدلال کی مدد سے یہ بازی الٹ دی۔ انہوں نے کہا کہ آزاد کشمیر کی حکومت قطعی خود مختار ہے اور جو کشمیری مقبوضہ کشمیر میں برسرپیکار ہیں وہ آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں جو کہ ان کا حق ہے۔ انہوں نے برملا کہا کہ وہ آزاد کشمیر کو کشمیریوں کی جدوجہد آزادی کا بیس کیمپ بنانے کے خواہش مند ہیں لیکن حکومت پاکستان اس کے حق میں نہیں ہے۔ پاکستان کی جانب سے بھارت میں دہشت گردی کرانے کے الزام کے جواب میں انہوں نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ یہ ریکارڈ پر ہے کہ بھارت پاکستان کو دولخت کر چکا ہے اور "را" کے ذریعہ پاکستان کے مختلف حصوں میں دہشت گردی کے واقعات میں ملوث ہے اس لئے پاکستان کو الزام نہیں دیا جا سکتا۔ سردار قیوم کا انٹرویو ایک قابل تعریف کوشش ہے۔ انہوں نے دنیا کے سامنے کشمیر اور پاکستان کا موقف بڑی مہارت اور بے خوفی سے پیش کیا ہے جس سے ان کے سیاسی قدوقامت میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

۲۱ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی میں
محترمہ بشریٰ رحمٰن کے کالم "چادر، چاردیواری اور چاندنی" کا مکمل متن

سردار محمد عبدالقیوم خان اور رجت شرما!

گزشتہ ہفتے آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم کا انٹرویو زی ٹی وی چینل سے دو قسطوں میں ٹیلی کاسٹ ہوا۔ رجت شرما زی چینل کے چند پائے کے میزبانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ چبھتے ہوئے سوالات کرنے کا ان کا اپنا ایک نوکیلا کانٹے دار انداز ہے جس کو وہ انتہائی شگفتگی کے ساتھ استعمال کرتے ہیں۔ ان کی ہنرمندی کے قائل ہونے کے باوجود سردار عبدالقیوم کے انٹرویو کے دوران یہ احساس شدت سے ہوا کہ ہندوانہ تعصب اپنی جگہ پر مقام پر قائم رہتا ہے۔ وہ برہمن ہو یا برہمی ہی..........

رجت شرما کی استفسارانہ کاٹ کے اندر ہند سرکار کا موقف صاف جھلک رہا تھا جبکہ وہ سردار عبدالقیوم پر الزام لگا رہے تھے کہ ان کا جھکاؤ پاکستان کی طرف ہے۔ ہمارے خیال میں عالمی سطح کے پروگرام پیش کرنے والے میزبانوں کا انداز غیر جانبدارانہ ہونا چاہیے۔ یہ اور بات ہے کہ سردار عبدالقیوم نے انتہائی بردباری، حد درجہ خود اعتمادی، اپنی فطری نرم گوئی اور صریحاً صاف گوئی سے کام لے کر رجت شرما جیسے فطین و طرار آدمی کو چاروں شانے چت کر دیا، اس انٹرویو کے بہت سے پہلوؤں پر بات ہو سکتی ہے مگر ہم دہشت گردی کے ضمن میں کچھ کہنا چاہیں گے۔

"رجت شرما نے خندہ و استہزا کے ساتھ سردار صاحب سے پوچھا کہ کشمیر میں پہلی بندوق آپ نے اٹھائی تھی، گویا آپ نے دہشت گردی کی ابتدا کی.........."

اس میں کلام نہیں کہ سردار عبدالقیوم نے ایک راست گو شخص کی طرح اس کا اعتراف کیااور ساتھ میں یہ بھی کہہ دیا کہ جو کچھ مقبوضہ کشمیر میں ہماری بہو بیٹیوں کے ساتھ ہو رہا ہے اگر کسی اور کی بیٹیوں کے ساتھ ہو تو وہ کیا کرے گا...........؟

شاید ان لفظوں کے ساتھ ہی ہزار ہا کشمیر کی بیٹیاں اور پاکستان کی بیٹیاں ایک ساتھ چلا اٹھی ہوں گی۔ کیونکہ وہاں جو کچھ عورت ذات کے ساتھ ہو رہا ہے، وہ ٹی وی کے کسی چینل پر نہیں دکھایا جاسکتا۔ بربریت اور درندگی کے وہ مظاہرے، نیم برہنہ رقص و سرور و بوس و کنار کے مناظر دکھانے والے چینل بھی نہ دکھاسکیں گے۔ روئے ارض پر بنت حوا کی اتنی تذلیل کو اپنی زندہ آنکھوں سے دیکھنا بنی نوع انسان کی برداشت سے باہر ہے۔

یہ المناک داستانیں مقبوضہ کشمیر سے آنے والے صحافی، مجاہد اور غازی ہی بیان کرتے ہیں اور بیان کرتے وقت ان کا رواں رواں اشک میں ڈھل جاتا ہے۔ ”جس تن لاگے سو تن جانے“ کے مصداق تمسخر اڑانے والوں کو کیا معلوم کہ ماں، بہن کی عزت کیا ہوتی ہے؟ مقبوضہ کشمیر میں مردوں کا قتل عام تو جاری ہے، بزرگوں، بچوں اور عورتوں کے ساتھ کیا ہوتا ہے؟ کیا شرما جی! اتنے لاعلم ہیں تو ہم انہیں بتاتے ہیں ضعیف العمر بزرگوں کو پکڑ کر سردیوں کی یخ بستہ راتوں میں مرغا بنا دیا جاتا ہے حتیٰ کہ ان کی روح پرواز کر جاتی ہے۔

ایک دس سالہ بیٹے کو رسیوں کے ساتھ باندھ کر تمام رات بھارتی محافظ اس کی ماں کے ساتھ شیطانیت کا کھیل کھیلتے رہتے ہیں، ماں ظلم سہتے سہتے مر جاتی ہے، بیٹا دیکھتے دیکھتے دم توڑ دیتا ہے۔ تیرہ سالہ بیٹی اور تینتیس سالہ ماں کو ایک کھلے میدان میں لے جایا جاتا ہے، متعدد ڈوگرہ فوجی دونوں ماں بیٹیوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں........... کہ ماں کی فریادیں بیٹی کا تن نہیں ڈھانپ سکتیں اور بیٹی کی دلدوز چیخیں ماں کی آبروریزی کا منظر نہیں روک سکتیں۔ کشمیریوں کو گھروں سے نکلنے کا حکم دیا جاتا ہے ان کے سامنے آتشیں اسلحہ سے گھر خاکستر کر دیئے جاتے ہیں۔ عورتوں اور مردوں کو چھانٹ کر الگ کر دیا جاتا ہے پہلے ان عورتوں کے ساتھ درندگی کا کھیل رچا کر مردوں کی روح کو مارا جاتا ہے بعد ازاں گولیوں سے ان کے جسم بھون دیئے جاتے ہیں۔ راہ جاتوں کو پکڑ کر اذیتوں کے نیزے پر چڑھا کر پوچھا جاتا ہے۔ ”پھر لوگے پاکستان کا نام...........“ ”اب دو مسلمانوں کو آواز، یہ ہے، تمہاری آزادی کی قیمت...........“

دنیا کا کوئی بھی مرد خواہ کسی مذہب، خواہ کسی ملت سے ہو، عورت اس کی عزت ہوتی ہے۔ گھر کی عزت اس کی کمزوری ہوتی ہے۔ کسی بھی مذہب کے مرد کے سامنے آپ اس کی عورت کو بربریت و وحشت کا نشانہ بنائیں اگر وہ بندوق نہ اٹھالے تو وہ مرد نہیں ہوگا۔ مسلمان شہید ہونے سے نہیں ڈرتا، بیٹی کی بے حرمتی اسے بے موت مار ڈالتی ہے۔ پھر اس کے پاس ایک ہی راستہ ہے، بندوق یا موت.......... ایک لامتناہی سلسلہ ہے کہ چلا آرہا ہے۔ عورتوں اور معصوم بچوں، بزرگوں اور جوانوں کی ذلت و ہزیمت کے ساتھ ساتھ قتل و غارت کا..........

کون سی عدالت اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ کتنی عالی نسب بہو بیٹیاں اپنے وطن کے لئے قربان ہو چکی ہیں اور وہاں بھارتی وحشت کا یہ کھیل کھیلنے کے بعد کشمیریوں سے برملا کہتے ہیں کہ ہم تو چلے جائیں گے مگر ہماری نسلیں یہاں حکومت کرتی رہیں گی۔ جو بیج ہم نے تمہاری عورتوں کی کوکھ میں بو دیا ہے کیا اس پر کشمیری چپ رہیں یا اٹھ کر اپنے ہاتھوں اپنی بیٹیوں کے گلے گھونٹ دیں۔

سردار قیوم ایک بھلے مانس آدمی ہیں۔ سیدھے سبھاؤ ڈٹ کر ہر سوال کا جواب دیتے رہے یہ بھی نہ پوچھ سکے کہ وہ بھارتی فوجی جو کشمیری عورتوں کو اپنی نسلیں سونپ کر جانے کی حسرت رکھتے ہیں اصل میں وہ خود کس کی بوئی ہوئی نسلوں میں سے ہیں، کیونکہ ویسی نسلیں ہی ایسے انتقام کی دلدادہ ہوتی ہیں اور اگر یہ بھارتی دہشت گردی کا منہ بولتا ثبوت نہیں تو پھر ان کے مفہوم میں دہشت گردی کسے کہتے ہیں؟

روزنامہ "نوائے وقت" ۲۱ جنوری ۱۹۹۶ء کے ادارتی صفحہ پر
کشمیری دانشور عبدالرشید ملک کا تفصیلی تجزیہ

DAILY NAWA I WAQT
RAWALPINDI
ISLAMABAD
روزنامہ
نوائے وقت
راولپنڈی اسلام آباد

سردار محمد عبدالقیوم خان زی ٹی وی پر

آزاد جموں و کشمیر کے وزیراعظم اور مقتدر سیاست دان سردار محمد عبدالقیوم خان اپنی ۵۰ سالہ متحرک اور سرد و گرم کی بھرپور سیاسی زندگی میں سینکڑوں بار بیرونی اور ہزاروں بار ملکی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا سامنا کر چکے ہیں لیکن ہندوستان کے مقبول اور منفرد زی ٹی وی سے ان کے دو قسطوں پر مشتمل انٹرویو نے غیر معمولی شہرت اور عالمی توجہ حاصل کی ہے۔ اس انٹرویو پر پاکستان، آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے اندر تو انتہائی خوشگوار ردعمل ہوا ہے ہندوستان کے اندر سنجیدہ صحافتی اور سیاسی حلقوں میں تو دبے دبے سے پسندیدہ ردعمل کا اظہار کیا جا رہا ہے لیکن مذہبی جنونی حلقوں میں ناراضگی کے انگارے چھوڑے جا رہے ہیں۔ چنانچہ زی ٹی وی کے دفاتر پر حملے کئے گئے ہیں اور اس کے کمپیئر مسٹر رجت شرما کو دھمکیاں بھی دی جا رہی ہیں۔ یہ امر باعث توجہ ہے کہ مسٹر رجت شرما نے اپنے دفاتر پر حملوں اور دھمکیوں کے مقابلہ میں ڈٹ جانے اور سردار قیوم کے انٹرویو کو ری پلے کرنے کے اعلان کے ساتھ جواب دیا ہے۔

زی ٹی وی کے کمپیئر مسٹر رجت شرما نے اس سے قبل مقبوضہ کشمیر سے شبیر احمد شاہ، ڈاکٹر فاروق عبداللہ، سید علی گیلانی اور یاسین ملک کے انٹرویو ٹیلی کاسٹ کئے تھے۔ یہ کشمیری رہنمایان گھٹن کی فضاء میں رہتے ہیں لیکن وہ ہندوستان کے سیاسی کلچر اور وہاں کے ذرائع ابلاغ کے اداروں کے آداب و سلیقوں سے باخبر ہیں۔ انہوں نے اپنے اپنے نقطہ نگاہ اور اپنی اپنی افتاد طبع کے مطابق اپنے گردوپیش کے حالات کے پیش نظر ان انٹرویوز میں اپنی پرفارمنس

دکھائی تھی۔ ان کی پرفارمنس میں کمی بیشی ان کے حالات پر منحصر تھی۔ سردار محمد عبدالقیوم خان کا انٹرویو لینے کے لئے مسٹر شرما کئی ماہ سے کوشش کر رہے تھے لیکن ویزے کی پابندیوں کے باعث نہ سردار عبدالقیوم خان نئی دہلی جاسکتے تھے اور نہ زی ٹی وی کے کمپیئر اپنا کریو (عملہ) لے کر پاکستان آسکتے تھے۔ مسٹر شرما انٹرویو لینا چاہتے تھے اور سردار محمد عبدالقیوم خان انٹرویو دینا چاہتے تھے کیونکہ اس قسم کے معرکے اور مناظرے سردار قیوم کے ذوق سیاست کو تسکین پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا طے پایا کہ سردار محمد عبدالقیوم (گنی) میں اسلامی وزرائے خارجہ کی کانفرنس میں شرکت کے بعد واپس دوبئی آئیں گے اور نئی دہلی سے مسٹر رجت شرما اپنا کریو لے کر شارجہ پہنچیں گے۔ چنانچہ اس انتظام کے تحت غالباً ۱۸۔ ۱۹ دسمبر کو یہ انٹرویو ریکارڈ کیا گیا تھا۔ اس انٹرویو کو ریکارڈ کرنے کے لئے مسٹر شرما ۶۰۔ ۵۰ افراد پر مشتمل کریو لے کر شارجہ پہنچے تھے۔ ان میں سوالات کرنے والے ہندوستان کے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ بھی شامل تھے۔ جسے زی ٹی وی کے ادارہ نے اپنی صوابدید کے مطابق ایڈیٹنگ کر کے ۷ جنوری اور ۱۴ جنوری کی صبح کو ٹیلی کاسٹ کیا۔

اس انٹرویو کے دونوں حصوں کو دیکھ کر اپنوں اور بیگانوں سب کا یہ برجستہ تاثر تھا۔

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش پر
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

پاکستان کے اخبارات، سیاست دانوں، آزاد کشمیر کے موافق اور مخالف سیاسی حلقوں کا بلاجھجک یہ اعتراف تھا کہ سردار عبدالقیوم خان یقیناً مرد میدان ہیں، انہوں نے ایک دشمن ملک کے سب سے بڑے، مقبول اور کانٹے دار ادارہ ذرائع ابلاغ کی عدالت میں پیش ہو کر نہ صرف اپنے آپ کو کامیابی سے سرخرو کیا بلکہ پاکستان اور کشمیریوں کے موقف کو نہایت زوردار استدلال اور جرات اظہار سے پیش کیا ہے۔ راقم الحروف کی اطلاع کے مطابق سرینگر کی گلیوں، بازاروں، دفاتر اور دکانوں پر اس انٹرویو پر سردار عبدالقیوم خان کے لئے داد کے ڈونگرے برسائے جارہے ہیں۔ جس دن صبح کو اس انٹرویو کا پہلا حصہ ٹیلی کاسٹ کیا گیا تھا اسی دن جنرل ضیاء الحق مرحوم کی بیوہ کا جنازہ تھا۔ اس جنازہ میں شریک مقتدر شخصیتوں نے سردار عبدالقیوم خان کو اس انٹرویو پر بڑے کھلے دل سے داد دی۔ خاکی لباس میں ملبوس مقتدر شخصیتوں نے ان سے کہا "ہمارے پاس الفاظ نہیں جن سے آپ کو اس انٹرویو پر مبارکباد دیں"۔

سردار قیوم صاحب کا بیان ہے کہ انہوں نے اپنی ۵۰ سالہ سیاسی زندگی میں ہزاروں انٹرویو دیئے لیکن ہندوستان کے زی ٹی وی کے پائے کے ادارہ کی لگائی ہوئی عدالت کے کٹہرے میں پیش ہونے کا مجھے پہلی بار موقع مل رہا تھا۔ مجھے ڈر تھا کہ میری زبان سے کوئی غلط لفظ نکل گیا تو عمر بھر کی سیاسی کمائی گنوا بیٹھوں گا۔ ہندوستان جس کی دشمنوں کی فہرست میں، میں سرفہرست ہوں اسے پتہ نہیں کس طرح ایکسپلائٹ کرتا رہے گا۔ میں نے دعا کے طور پر تین روزے رکھے تھے اور اللہ تعالیٰ نے میری رہنمائی اور مدد فرمائی۔

جن حضرات کو زی ٹی وی پر "آپ کی عدالت" کے پروگرامز دیکھنے کا موقع ملتا ہے وہ تسلیم کریں گے کہ اس کے کمپیئر مسٹر رجت شرما اپنے فن کے ماہر اور چوکڑی بھرنے والے ہیں۔ وہ اپنے تیز و تند سوالات کی بوچھاڑ سے عدالت کے کٹہرے میں بیٹھی شخصیت کو دم نہیں لینے دیتے، سوچنے کا موقع نہیں دیتے، کوئی ذرا سی سوچ کی ہمت کرے تو اسے پٹڑی سے اتار دیتے ہیں۔ اس عدالت کے کٹہرے میں بیٹھے بڑی جغادری شخصیتوں کے پسینے چھوٹ جاتے رہے ہیں لیکن ناظرین نے زی ٹی وی کے زیر بحث پروگرام میں دیکھا ہوگا کہ سردار محمد عبدالقیوم خان کی پرفارمنس میں اعتزاز، موقف سے وابستگی اور وضاحت کا حسن جھلکتا تھا وہ ذرا برابر بھی نہیں تھڑکے۔ لیکن اس انٹرویو کا خوشنما اور قابل قدر پہلو یہ تھا کہ مسٹر رجت شرما بھی اپنے انداز میں تحمل اور ادب و احترام کو ملحوظ رکھے ہوئے تھے۔ ان کے انداز سوالات کا یہ پہلو مسئلہ کشمیر پر ہندوستان و پاکستان کے درمیان کشیدگی، کشمیر کے اندر جاری جدوجہد اور خود سردار عبدالقیوم خان کی شخصیت کے بارے میں ہندوستان کے اندر مخاصمانہ سوچ کے پس منظر میں توجہ کے قابل ہے۔ اس مودبانہ انداز سوالات کو خوش آئند تصور کرنا چاہیے۔

سردار محمد عبدالقیوم خان صاحب کے انٹرویو کے دونوں حصے اخبارات میں تفصیل کے ساتھ چھپ چکے ہیں۔ اس انٹرویو کے نمایاں پہلوؤں کی ہم یہاں نشاندہی کرتے ہیں۔

۱۔ اس انٹرویو کا سب سے روشن اور انقلابی پہلو یہ تھا کہ پہلی بار آزاد کشمیر کی سرزمین سے اور وہ بھی سردار عبدالقیوم جیسے پائے کے لیڈر کی طرف سے یہ دبنگ اعلان کیا گیا کہ آزاد کشمیر کی سرزمین پر آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے عوام (مجاہدین) کا یہ مادری اور پیدائشی حق ہے کہ وہ سرحد کو عبور کر کے آئیں اور جائیں، اگر ہو سکے تو کہیں سے

ٹریننگ بھی حاصل کریں۔ ہم ٹریننگ نہیں دیتے اور نہ ہم اسلحہ سپلائی کرتے ہیں۔ ہم آزاد کشمیر کو تحریک آزادی کا بیس کیمپ بنانا چاہتے ہیں لیکن پاکستان اس کی اجازت نہیں دیتا۔

پچھلے ۵۰ سال سے بالخصوص شملہ معاہدہ کے بعد پاکستان اور آزاد کشمیر کی تمام حکومتوں اور لیڈروں کا کشمیر کی جدوجہد آزادی کے سلسلہ میں معذرت خواہانہ رویہ رہا ہے۔ بڑی جھجک اور احتیاط کے ساتھ کشمیر کی تحریک آزادی سے اپنی وابستگی کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ اس جھجک اور اس احتیاط کا پردہ سردار قیوم نے چاک کر دیا ہے۔ انہوں نے علی الاعلان جدوجہد آزادی کشمیر سے اپنی وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ اس جرأت مندانہ اظہار نے پاکستان کے موقف کو بھی عالمی سطح پر تقویت پہنچائی ہے اور کشمیر کے اندر ہندوستانی فوجیوں کے خلاف برسرپیکار عوام اور مجاہدین نے اس اعلان کو اپنے لئے پیغام مسیحائی سمجھا ہے۔ خاص طور پر سردار عبدالقیوم کا یہ مجاہدانہ عزم۔ "اگر میں چوبیس سال کا ہوتا جیسے ۱۹۴۷ء میں تھا تو خود بندوق اٹھا کر مجاہدین کے ساتھ ہندوستانی فوجوں کے خلاف جہاد میں شریک ہوتا"۔ کشمیر میں جاری جدوجہد آزادی اور مجاہدین کے حوصلوں اور اعتماد میں قوت کی لہر دوڑا گیا ہے۔

۲۔ سردار عبدالقیوم خان نے اپنے انٹرویو میں ایک بالغ سیاستدان کی حکیمانہ باتیں بھی کہی ہیں۔ انہوں نے ہندوستان کے دانشوروں پر دو ٹوک الفاظ میں واضح کیا ہے کہ ہندوستان اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ وہ بڑے حجم کی بناء پر پاکستان کو فتح کر لے گا۔ اسی طرح پاکستان مجاہدین کشمیر کو اپنی جدوجہد سے روک نہیں سکتا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو ہندوستان کے خلاف یہ لڑائی اپنی سرزمین پر لڑنے پر مجبور ہو گا۔

۳۔ کشمیر کے مسئلہ کے باعث ہندوستان و پاکستان کے مابین جو انتہائی کشیدگی پیدا ہو چکی ہے اس کے باعث دونوں ممالک دنیا کے محتاج بن کر رہ گئے ہیں۔ دونوں طرف فوجیں چوکس ہیں، فائرنگ کا تبادلہ بھی ہو رہا ہے۔ ایٹمی جنگ ہو سکتی ہے اس سے دونوں ملک تباہ ہو جائیں گے۔

۴۔ میں نے کبھی اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا ہے۔ سیاست ایک شطرنج کا کھیل ہے۔ اسے جو عقل سے کھیل جائے وہ کامیاب ہوتا ہے اور جو نہ کھیل سکے وہ احمق ہوتا ہے۔

اصولوں پر سمجھوتا کرنے والا سیاست دان رسوا ہوتا ہے۔ اسی طرح حکمت عملی سے استفادہ نہ کرنے والا سیاست دان نہیں کہلا سکتا۔

۵۔ انٹرویو کے دوسرے حصے میں سردار عبدالقیوم خان کے خلاف جنرل (ریٹائرڈ) چشتی کی کتاب میں لگائے گئے الزامات کے حوالے سے سردار عبدالقیوم خان نے وضاحت کی ہے کہ میں نے جنرل ضیاء الحق کے نام کوئی خط نہیں لکھا تھا بلکہ پی این اے کے صدر مولانا مفتی محمود مرحوم کے نام ایک خط میں اپنے خلاف الزامات کی تردید کرتے ہوئے تحقیقاتی کمیشن کے قیام کے سلسلہ میں یہ شرط لگائی تھی کہ میں سیاست دان ہوں کسی فوجی بیورو کریٹ کی صدارت میں قائم کئے گئے کمیشن کے سامنے پیش نہیں ہوں گا۔ جنرل ضیاء الحق مرحوم کا یہ بیان سابق امیر جماعت اسلامی میاں طفیل محمد کے حوالے سے جو PNA کے رکن تھے ریکارڈ پر ہے۔ کہ "اگر سردار محمد عبدالقیوم خان پر لگائے گئے الزامات غلط ثابت ہوئے تو میں ان سے معافی مانگ لوں گا"۔ بحرحال یہ کمیشن آزاد کشمیر کی عدالت عالیہ کے چیف جسٹس سردار محمد شریف جو بڑے ستھرے اور کھرے کردار کے جج تھے، کی صدارت میں قائم کیا گیا تھا۔ سردار قیوم صاحب نے یہاں پر ذرا عجز سے کام لیا ہے۔ سردار قیوم صاحب اس کمیشن کے سامنے اپنی صفائی پیش کرتے رہے۔

اتفاق کی بات ہے کہ جس دن سید ابوالاعلیٰ مودودی کا لاہور میں جنازہ تھا، اسی دن مظفر آباد میں صبح اس کمیشن نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے سردار قیوم کو تمام الزامات سے بری قرار دیا تھا۔ سردار صاحب لاہور میں اس جنازہ میں شریک تھے اور یہ واقعہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق مرحوم جنہیں اس فیصلہ کی اطلاع مل چکی تھی، نے جنازہ کے فوراً بعد وہیں پر سردار عبدالقیوم صاحب کو مبارکباد دی تھی۔

۶۔ مسٹر شرما نے سردار قیوم اور سردار سکندر حیات خان کے مابین اخبارات میں اچھالے گئے اختلافات اور سردار سکندر حیات خان صاحب کی طرف سے بیان کردہ بعض الزمات کو ایکسپلائٹ کرنے کی کوشش کی۔ یہ مرحلہ اقتدار سے وابستہ سیاست دانوں کے لئے بڑا امتحانی ہوتا ہے لیکن سردار قیوم نے سوالات کے اس مرحلہ پر بڑے وقار اور زیرک سیاست دان کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے یہ جواب دیا کہ

سردار سکندر حیات خان ہماری جماعت کے سینئر رکن ہیں۔ ہمارے صدر ہیں، ان کے الزامات سنی سنائی باتوں پر ہوں گے۔ میں نے ان کا جواب نہیں دیا۔ سردار قیوم نے ایک بڑی لطیف مثال دے کر مسٹر شرما کی شرارت کو تحلیل کیا کہ گاڑی چلانے والے ڈرائیور کے ساتھ دوسری سیٹ پر بیٹھنے والا آدمی بھی ڈرائیور ہو تو وہ اکثر خدشات محسوس کرتا ہے اور ڈرائیور کو ٹوکنے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ سردار سکندر حیات خان ۵ سال وزیر اعظم رہے ہیں اور اب میں وزیر اعظم ہوں اس لئے وہ ہماری غلطیوں کو ٹوکتے ہیں اور ہم ان پر ضروری کارروائی بھی کرتے ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں کہا کہ سردار سکندر حیات وزیر اعظم بننا چاہیں تو میں ان کے لئے وزارت عظمیٰ چھوڑ دوں گا۔ ان جوابات سے مسٹر شرما ایسے لگ رہے تھے جیسے بے ہتھیار ہو گئے ہیں۔

۷۔ عدالت کے حاضرین میں سے ایک صاحب کے سوال پر۔ سردار قیوم آخر آپ اس مسئلہ کا حل کیا چاہتے ہیں؟ سردار قیوم نے ایک انٹرنیشنل اہمیت کا جواب دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان پاکستان کو کشمیر اور دوسرے مسائل کو سیاسی طور پر حل کرنا چاہیئے۔ دونوں کو آزاد ممالک کی حیثیت سے نہ صرف ایک دوسرے کو تسلیم کرنا چاہیئے بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کی مدد فتح و شکست کے نقطہ نگاہ سے مسائل کو نہیں دیکھنا چاہیے۔

سردار محمد عبدالقیوم نے اس انٹرویو میں مسئلہ کشمیر کے سیاسی حل اور اس کے نتیجے میں ابھرنے والی سازگار فضاء کے لئے جو اشارے دیئے ہیں ہندوستان کی قیادت کو اپنی انا کے خول سے نکل کر صاف ذہن کے ساتھ اس پر غور کرنا چاہیے۔ اس انٹرویو میں جارحیت کا کوئی پہلو نہیں تھا، افہام و تفہیم کا پیغام تھا۔ ہندوستان بڑا ملک ہے اور اس کی قیادت اپنے ملک کے حجم کے زعم میں رہ کر سردار قیوم کو آزاد کشمیر کے چھوٹے خطہ کا لیڈر گردان کر نظر انداز نہ کرے۔ سردار صاحب کی شخصیت میں ۵۰ سالہ سیاسی تجربہ اور بلوغت و حکمت کے جوہر گندھے ہوئے ہیں ان جوہروں کی بنیاد پر وہ مسئلہ حل کرنے اور ہندوستان و پاکستان کے مابین خیرسگالی کے جذبات پیدا کرنے میں موثر کردار ادا کرسکتے ہیں۔

روزنامہ "خبریں" اسلام آباد کے مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۹۶ء کے
خوشنود علی خان کے کالم "ناقابل اشاعت" کا مکمل متن

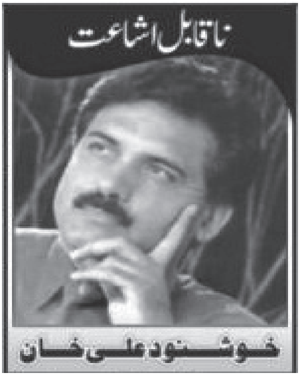

مرتضیٰ بھٹو پر نئے مقدمات سے سردار قیوم کے انٹرویو تک

ذوالفقار علی بھٹو کے صاحبزادے میر مرتضیٰ بھٹو کی جماعت نے پیپلز پارٹی کے مقابلے میں سانگھڑ کا الیکشن ہارا ہے اور مخدوم خلیق الزمان نے اسلام آباد میں میر مرتضیٰ بھٹو کی جماعت کی اس شکست پر دھاندلی کئے جانے کا بہت واویلا کیا ہے۔ سانگھڑ کے اس الیکشن نے میر مرتضیٰ بھٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے مابین معاملات کو وہاں پہنچا دیا ہے جہاں سے واپسی ممکن نہیں ہوتی۔ میر مرتضیٰ بھٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے درمیان بہن اور بھائی کا رشتہ ہے۔ اس لئے خیال یہ تھا کہ کسی بھی وقت خون کا یہ رشتہ زندہ ہو سکتا ہے لیکن سانگھڑ کے الیکشن نے یہ راستہ بند کر دیا ہے اور اب یقیناً محترمہ بے نظیر بھٹو اور میر مرتضیٰ بھٹو ایک دوسرے کے سیاسی حریف ہیں بلکہ گزشتہ کل ہی میں نے ایک فیڈرل لاج کے باہر مخدوم خلیق الزماں کی نگرانی کے معاملے میں وہی پروٹوکول دیکھا ہے جو قائد حزب اختلاف یا ان کی جماعت کے بعض دوسرے لوگوں کو دیا جاتا ہے۔

یقیناً میر مرتضیٰ بھٹو پر کچھ نئے مقدمات بنیں گے۔ یا پھر کچھ پرانے مقدمات کی پیشیاں میر مرتضیٰ بھٹو اسی طرح سے بھگتیں گے جس طرح سے اپوزیشن ارکان بھگت رہے ہیں اور اپوزیشن میں رہنے کا صحیح مزہ لیں گے لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر میر مرتضیٰ بھٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو کے مابین یہ لڑائی تیز ہو گئی تو وہ بہت سے کام جو اپوزیشن کو کرنا تھے وہ اب ان کی بجائے میر مرتضیٰ بھٹو کرنے پر مجبور ہوں گے۔

قارئین محترم! آپ کو یاد ہو گا میں نے چند روز قبل انہی سطور میں وزیر اعظم آزاد کشمیر مجاہد اول سردار عبدالقیوم خان کے زی ٹیلی ویژن کے انٹرویو کے حوالے سے حال دل بیان کیا تھا، کچھ باتیں کہنے سے رہ گئیں۔ مجھے یقین ہے کہ عام آدمی کو تو یہ شاید سمجھ میں آ جائیں گی لیکن حکومت کے کارپردازوں کی سمجھ میں نہیں آئیں گی کہ اقتدار تو ہوتا ہی اندھا ہے۔ بہرحال میں اپنا مدعا بیان کر دیتا ہوں۔ یوں یہ اب حکومت کی مرضی ہے کہ وہ اس پر عمل کرتی ہے یا نہیں۔

میری سوچ یہ ہے کہ زی ٹیلی ویژن سے سردار عبدالقیوم کے اس انٹرویو سے ایک ہی بات سامنے آئی ہے وہ یہ کہ سردار عبدالقیوم خان مسئلہ کشمیر کے حوالے سے محض وزیر اعظم آزاد کشمیر کی حیثیت سے ہی کارگر نہیں بلکہ وہ شاید واحد کشمیری لیڈر ہیں جو پاکستان اور کشمیریوں کے موقف کو بہت خوبصورت اور دلنشین انداز میں پیش کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ہونا یہ چاہیے کہ اب پاکستان ٹیلی ویژن بھی ان سے ایک زبردست انٹرویو کرے جو ایک گھنٹے کا نہیں کم از کم دو گھنٹے کا ہونا چاہیے اسے پیش کرے۔ سردار عبدالقیوم نے گزشتہ تین سال میں غالباً تین سو غیر ملکی وفود اور نیشنل ڈیفنس کالج، نیول کالج اور دوسرے سٹرٹیجک افیرز کے اداروں میں انتہائی پڑھے لکھے لوگوں کو مسئلہ کشمیر پر بریف کیا ہے۔ بے شمار غیر ملکی شخصیات کو یہ معاملہ سمجھایا ہے۔ میری رائے یہ ہے سردار قیوم کو جو دراصل ہم پاکستانیوں کا اثاثہ ہیں پاکستان ٹیلی ویژن پر لانا چاہیے اور ان سے اس مسئلے پر ایک تیز انٹرویو ہونا چاہیے۔ زی ٹیلی ویژن کے انٹرویو نے جو پیغام اس پار دیا ہے اور پاکستان ٹیلی ویژن سے سردار قیوم کے انٹرویو کے ذریعے جو پیغام دیا جا سکتا ہے اس کے یقیناً کئی جنگوں سے زیادہ بہتر نتائج بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ کشمیر مسئلہ ہمارا ہے اور زی ٹیلی ویژن اس میں نمبر لئے جا رہا ہے حالانکہ چاہیے تو ہمیں تھا کہ ہم ڈاکٹر فاروق عبداللہ، سید علی گیلانی، یٰسین ملک اور دوسروں سے اپنے مطلب کے انٹرویو کرتے۔ اب بھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا۔ اگر ”را“ کے تیار کردہ سوالات کرنے والے کے سامنے بھی سردار قیوم کھڑا رہتا ہے اور بہت سے کھڑے نہیں ہو سکتے جن کے بارے میں ہمارا خیال تھا کہ وہ اس مسئلے کو زیادہ بہتر بیان کر سکتے ہیں۔ پھر حکومت پاکستان کو بسم اللہ کرنی چاہیے اور سردار قیوم کے سر پر پگڑی باندھ کر انہیں آگے کرنا چاہیے۔ اگر سردار قیوم پیپلز پارٹی سے نظریاتی اختلاف رکھتے ہیں اور آزاد کشمیر میں زیادہ سیاسی قوت کے حامل ہیں تو

انہیں اس کی سزا نہیں دینی چاہیے بلکہ ان کو رہنما سمجھنا چاہیے۔

پیپلز پارٹی کو آزاد کشمیر کے چار اضلاع کی سیاست کے لئے ایک قیمتی آدمی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے پاکستان ٹیلی ویژن بھی اب ان کے انٹرویو کے بارے میں ضرور سوچے گا اور وزیر اطلاعات و سیکرٹری اطلاعات و نشریات یہ بھی ضرور معلوم کرائیں گے کہ زی ٹیلی ویژن سے سردار قیوم کے انٹرویو کو پاکستان ٹیلی ویژن، پاکستان کے حق میں کیوں استعمال نہیں کر سکا اور سردار قیوم کے انٹرویو کے حوالے سے خبر کا بلیک آؤٹ کیوں ہوا۔

۲۰ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "نوائے وقت" راولپنڈی میں
ریذیڈنٹ ایڈیٹر طارق وارثی کا تجزیہ

بھارت کے ٹی وی پر پاکستان کا مقدمہ

طارق وارثی

آزاد جموں و کشمیر کے وزیراعظم سردار عبدالقیوم خان نے گزشتہ ہفتے بھارتی "زی ٹی وی" کی سکرین پر "آپ کی عدالت میں" کے پروگرام میں مسئلہ کشمیر پر نہایت سنجیدہ اظہار خیال کر کے اپنے موقف اور نقطہ نظر کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ بھارتی زی ٹی وی کا یہ پروگرام ممکن ہے کہ بعض انٹیلی جنس اداروں کا ترتیب دیا ہوا ہو بہرحال یہ پہلا وار ہے جسے ابلاغ کی گھات سے نکل کر نتیجہ خیز بنانے کے حربے ہوسکتے ہیں، یہ آزاد کشمیر کی صف اول کی سرکاری و غیر سرکاری قیادت کی نظریاتی استقامت کا امتحان ہے۔ بھارت دراصل آزاد کشمیر کی قیادت کے اندر جھانک کر کوئی مقصد حاصل کرنے کا خواہاں ہے، یہ ممکن ہے کہ امان اللہ خان کو بھارتی سکرین پر لانے کا تردد اور پلاننگ میں یہ بات شامل ہو کہ پہلے دوسرے کشمیری لیڈروں اور رہنماؤں کو کھنگال لیا جائے تاکہ کسی طرح کی شکایت یا ابہام پیدا نہ ہو اور بھارت پر یہ الزام نہ آئے کہ وہ کشمیر کاز کے مخالف سیاسی عناصر کو پبلسٹی دے کر آگے لا رہا ہے اور یوں اس نے آزاد کشمیر میں میڈیا جنگ کا ایک اہم سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ یہ قیاس آرائیاں کہاں تک چلیں گی اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں لیکن یہ دیکھنا تو بہت اہم ہے کہ بھارت ان دنوں کشمیریوں اور کشمیر کے بارے میں اگر کوئی نئی سازش آگے بڑھانے کے لئے پر تول رہا ہے تو اس کا "مقدمتہ الجیش" کس طرح کا ہوگا؟ وزیراعظم آزاد کشمیر نے بھی اس ساری صورتحال کو پیش نظر رکھ کر ٹیلی ویژن انٹرویو کے لئے ہاں کی ہوگی اور ان کے ذہن میں

بھی یقیناً ایسے خدشات موجود ہوں گے کہ اس انٹرویو کے پس پردہ کشمیریوں اور پاکستانیوں کے دشمن ملک کے ایک ٹیلی ویژن چینل پر انہیں ”آپ کی عدالت“ میں پیش کر کے بھارت کیا مقاصد حاصل کرنے کا خواہاں ہے؟

سردار عبدالقیوم خان کے ٹیلی ویژن انٹرویو پروگرام کے بعد کئی باتیں ہوں گی لیکن حقیقت یہ ہے کہ بھارتی سکرین پر سردار صاحب نے جس نظریاتی ثابت قدمی اور نصب العین سے وفاداری کا برملا اور دوٹوک اظہار کیا ہے اور پاکستان کے قدیم اور انصاف پر مبنی موقف اور جمہوری نقطہ نگاہ کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے، پاکستان کے نامی گرامی اور سفارتی قونصلر بھی اس فکری چابک دستی کا اظہار نہیں کر سکے اور نہ ہی آج تک کسی سفیر نے اتنی ذہانت کی کوئی مثال پیش کرنے کی کوشش کی ہے بلکہ بیرون ملک صورتحال قطعی برعکس ہے اور ہمارے سفرائے کرام بھارتی سفیروں کے مقابلے میں ہمیشہ معذرت خواہانہ انداز اپنانے میں مصروف رہے ہیں۔ ذہنی اور فکری ژولیدگی کی یہ مثال شواہد کی متقاضی نہیں بلکہ اس وقت مسئلہ کشمیر پر بیرون ملک ہماری ” حمایت “ کا ایک واضح ثبوت ہے۔ سردار صاحب کا یہ جملہ بڑا معرکہ آرا ہے کہ ”بھارت کو بالآخر مسئلہ کشمیر حل کرنا ہی پڑے گا“ دوسرے الفاظ میں انہوں نے واضح کر دیا کہ ریاست جموں و کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ معاملہ ابھی تصفیہ طلب ہے۔ پاکستان بھی یہی کہتا ہے، یہی بات مسئلہ کشمیر کے بارے میں پاکستان کے قومی موقف کی روح ہے۔ بھارت کو جلد یا بدیر کشمیر سے اسی طرح اپنی افواج نکالنا ہوں گی جس طرح امریکہ نے ویت نام اور سوویت روس نے افغانستان سے نکالی ہیں۔ بھارت کو یہ کام لازماً کرنا ہو گا۔ پاکستان کا ایک سپاہی بھی مقبوضہ کشمیر میں نہیں اور اگر کوئی سپاہ حالات سے مجبور ہو کر پاکستان نے سری نگر کی طرف روانہ کی تو پھر اسے واپس نہیں بلایا جائے گا کیونکہ یہ مسلمان سپاہ ہوگی جو مسلمان کشمیری سپاہ کے دوش بدوش لڑے گی۔ کسی مسلمان کو مسلمان کی جان و آبرو بچانے سے روکا نہیں جاسکتا، یہ جہاد اسلامی کا بہت بڑا اور زندہ و بیدار اصول ہے اسی طرح کسی مسلمان کو اسلامی نظام نافذ کرنے کی تحریک میں کردار ادا کرنے سے ہرگز نہیں روکا جاسکتا کیونکہ یہ بھی اسلامی نظام رائج کرنے کی کوشش سے تعلق رکھنے والے بنیادی اصولوں کی روح اور منشاء کے برابر ہے۔

سردار عبدالقیوم خان نے اپنے اس انٹرویو میں کہا کہ فائرنگ ہو رہی ہے۔ کنٹرول لائن پر گولہ باری بھی جاری ہے اور کسی لمحے ایٹمی جنگ بھی چھڑ سکتی ہے۔ خدا جانے سردار صاحب نے یہ کیوں نہیں کہا کہ گولہ باری جاری ہے، فائرنگ بھی ہو رہی ہے، ایٹمی جنگ کا بھی خطرہ ہے اور ''موسٹ فیورٹ نیشن'' کا جھولا جھلانے کا دھندا بھی شروع ہے۔ بہرحال انہوں نے دشمن کو دشمن سمجھ کر انٹرویو دینے کی کوشش کی ہے اور یہی انداز ہی مناسب تھا۔ اصل میں سردار صاحب کا یہ نقطہ نظر معلوم ہوتا ہے کہ بنیادی مقاصد اور موقف تو ایک ہی ہوتا ہے اور وہ چٹان کی طرح مضبوط ہونا ضروری ہے مگر حکمت عملیاں قدرے مختلف ہو سکتی ہیں جسکے پیچ و خم میں یہ صلاحیتیں کارفرما ہوں کہ یہ بنیادی موقف کے حصول اور کامرانی کا ذریعہ ثابت ہو سکیں...... ایک منٹ کیلئے یہ بات بڑی خوش آئند لگتی ہے اور یقیناً سردار صاحب کو بھی یہ سٹریٹیجی بڑی دلاویز دکھائی دیتی ہوگی کیونکہ اس میں سیاسی رنگ زیادہ ہے۔ تاہم ہمارا خیال یہ ہے کہ بنیادی مقاصد اور قومی موقف کی باگ ڈور اور ''حکمت عملیوں'' کی باگ ڈور کسی رہبر فرزانہ کے ہاتھ میں ہو تو قومیں محروم نہیں رہا کرتیں ورنہ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ بنیادی مقصد اور قومی موقف تو غائب ہو جاتا ہے اور قوم کو سرابوں میں لا کر مارنے کیلئے حکمت عملیوں کی خوش رنگ تتلیاں ادھر ادھر لازماً محو پرواز دکھائی دیتی ہیں اور بسا اوقات ہمیں ایسے ہی محسوس ہوتا ہے کہ ہماری باگ ڈور ہمارے ہاتھ میں نہیں اور ہمیں حکمت عملیوں کی بھول بھلیوں میں لا کر مارا جا رہا ہے خدا جانے اور لوگوں کا کیا حال ہے؟ بہرحال آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا......؟

ریاست جموں و کشمیر پاکستان کی ملحقہ اسلامی ریاست ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ قیام پاکستان کے اعلان سے پہلے برصغیر کی تقسیم کے لئے جو فارمولا تیار کیا تھا اور جس پر انگریز وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے علاوہ آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا کانگریس کے رہنما متفق تھے اس کے مطابق ہندو اکثریت والی ریاستوں نے انڈیا سے اور مسلم علاقوں کی اکثریت والی ریاستوں نے پاکستان سے الحاق کرنا تھا مگر ریڈ کلف ایوارڈ کے تحت بھارت کو ایک سازش کے تحت ریاست جموں و کشمیر میں داخل ہونے اور فوجیں بھیجنے کا معقول راستہ دے دیا گیا............

اس ضمن میں ہوا یہ کہ سب سے پہلے وائسرائے ہند ماؤنٹ بیٹن نے سری نگر جا کر مہاراجہ آف کشمیر ہری سنگھ کو ہندوستان سے الحاق کے لئے رضامند کیا۔ وائسرائے کو یہ زیب

نہیں دیتا تھا کہ تقسیم کے عمل کے دوران جانبدارانہ کردار ادا کرتا مگر برطانیہ بہادر بوجوہ شروع ہی سے ہندوؤں کے ساتھ تھا۔ ۱۸۵۷ء میں ہندوؤں نے ملکہ وکٹوریہ کی افواج سے وفاداری اور مسلمانوں کی حریت پسندانہ سرگرمیوں کی جاسوسی میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی اس لئے برہمن نیتاؤں کو شروع ہی سے حکومت برطانیہ کا اعتماد اور نگاہ شفقت حاصل تھی۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی نئی دہلی سے واپسی کے فوراً بعد صدر آل انڈیا کانگریس اچاریہ کرپلانی اور اس کے فوراً بعد برصغیر کا مانا ہوا "سیاسی بدمعاش" مہاتما گاندھی سری نگر گیا۔ وہ تین چار روز مسلسل سری نگر رہا۔ اس نے ہری سنگھ کے علاوہ اس کی متعصب رانی سے طویل مذاکرات کر کے ان دونوں میاں بیوی کو انڈیا کے ساتھ الحاق کشمیر کے سلسلے میں شیشے میں اتار لیا۔ اس ضمن میں ہری سنگھ نے مبینہ طور پر دستخط کر کے جو درخواست انڈیا سے الحاق کے بارے میں دی تھی اس کی اصل کاپی پورے بھارت میں موجود نہیں اور اگر موجود بھی ہے تو اسے اصل کاپی تسلیم کرنا مشکل ہے اور انڈیا والے اس سلسلے میں وثوق کے ساتھ کوئی دعویٰ کرنے کے قابل نظر نہیں آتے۔ بہرحال مہاراجہ مجاہدین کی صدائے اللہ اکبر کی گونج اپنے ایوانوں میں بھی محسوس کرنے لگا اور جب حوصلہ جواب دے گیا تو ایک مرحلہ پر آدھی رات کے وقت ڈاکوؤں کی طرح بھاگ گیا۔ برصغیر کی چار ساڑھے چار سو کے لگ بھگ ریاستوں میں صرف ہری سنگھ ایسا حکمران تھا جسے اکثریتی مسلمان آبادی کے دباؤ کی تاب نہ لا کر راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔ برصغیر کے اس وسیع ترمدوجزر کے دوران ریاست جموں و کشمیر کے مجاہدین کی یہ پہلی فتح مبین تھی کہ مہاراجہ آف کشمیر رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر انڈیا بھاگ گیا تھا اور اب عملاً انڈیا گورنمنٹ ہی اس کی جگہ مجاہدین کا سامنا کرنے کے لئے آ گئی ہوئی تھی۔

اس دور سے ریاست جموں و کشمیر کے عوام بھارتی تسلط کے خلاف سرگرم جہاد ہیں۔ افریقہ اور ایشیا کے بعض علاقوں میں پانچ سو سال سے لے کر پچاس برس تک کے جہاد آزادی کرنے والی قومیں اپنے اپنے وطن کی آزادی کا مقصد حاصل کر چکی ہیں مگر جموں و کشمیر کے بام و در آزادی کے لئے نقد جاں قربان کرنے والوں کی شریانوں کے لہو اور جسموں کے گوشت کے لوتھڑوں سے لالہ رنگ چلے آ رہے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ خاک و خون کا یہ لرزہ خیز ماحول کب اختتام کو پہنچے گا اور اس وادی مظلوم کے نشیب و فراز پر نور آزادی جگمگانے کی نوبت کب آئے گی۔ اگر سوچا جائے تو سب سے پرانی ایشیائی تحریک آزادی ریاست جموں و کشمیر کے

اولوالعزم عوام نے جاری کر رکھی ہے۔ یہ کامیابیوں سے دور کیوں ہے؟ اس قدر خونچکاں قربانیوں و بستیوں اور شہروں کی بربادی اور عصمت و ناموس کو لاحق سنگین خطرات کے باوجود ریاست کے عوام اپنے نصب العین سے دور کیوں ہیں؟ کہاں خرابی واقع ہے؟ کیا قیادت اپنی دہشت اور جاہ و جلال سے محروم ہے یا غداری کی فتنہ گری نے اس عظیم الشان تحریک حریت کو ناکامیوں کے حصار کا اسیر بنا رکھا ہے۔ پاکستانی اور کشمیری عوام پہلے بھی شانہ بشانہ کھڑے نظر آئے اور آئندہ بھی آتے رہیں گے اور قیاس یہ ہے کہ تنہا کشمیری مجاہدین بھارت کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ اہل پاکستان کو بھی میدان جہاد میں ایک بار پھر ریاست کے اندر جاکر کھڑا ہونا ہو گا، یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ پاکستان اور جموں و کشمیر ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہیں، یہ فطرت کا اصل فیصلہ ہے۔ اسی فیصلے کے پیچھے جو فلاسفی کار فرما ہے وہ آج بھی روشنی فراہم کر رہی ہے۔ اسی فلاسفی نے ہمیں سب سے پہلے نظریہ پاکستان دیا اور اس کی کوکھ سے جو نئے تغیرات برپا ہوئے انکے توسط سے کشمیر کے چپے چپے میں "کشمیر بنے گا پاکستان" کی صدا بلند ہوئی اور الحاق پاکستان کے انقلاب آمیز نظریئے نے برگ و بار پائے اور اسی نظریئے کی قوتیں آج مقبوضہ کشمیر میں بھارتی استبداد کے اعصاب پر بجلیاں گرا رہی ہیں۔ اب کشمیر میں نظریاتی افلاس موجود نہیں، ضرورت اگر ہے تو علاقائی و نسلی تعصّبات کے ہاروت و ماروت کو بھی چاہ بابل میں اتار دینے کی ہے کیونکہ جس طرح بادشاہ کی کوئی برادری نہیں ہوتی اسی طرح مجاہد کی بھی کوئی ذات، نسل اور قبیلہ نہیں ہوا کرتا، اس کی شناخت صرف اور صرف اس کی وردی سے ہوا کرتی ہے، جو قبر کے اندر اور باہر اس کے جسد خاکی کے پردے کی ضامن ہوا کرتی ہے۔

ہم نے اوپر جن خیالات کا اظہار کیا ہے وہ بہت مختصر ہیں اس کا بھرپور تذکرہ بہت ہی مشکل ہے لیکن ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ لیڈر بیان بازی بھی جاری رکھیں، انٹرویو بھی دیا کریں اور مجلسی انداز میں مسئلہ کے نازک نازک پہلوؤں سے نئی پود کو باخبر بھی کرتے رہا کریں کہ یہ ان کا فرض ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی سوچیں کہ جہاد کشمیر کی فتح مندی میں اتنی تاخیر کیوں ہو رہی ہے۔ یہ سوچنا پڑے گا کہ کامیابی کی راہ میں کس طرح سنگ گراں لڑھکائے جا رہے ہیں۔ کیا کوئی فیصلہ غلط ہوا ہے؟ کیا قیادت منظّم نہیں؟ بسا اوقات یوں بھی ہوا کہ سری نگر کے قریب پہنچ کر اہل کشمیر کو ناکام واپس آنا پڑا، یہ سوچنا چاہیے کہ کامیابی کے مدار میں جاکر بے نیل و مرام

واپسی کا سبب کیا ہے؟ سقم کہاں واقع ہے؟ اب تو حد ہو گئی ہے۔ شمال کے سارے علاقے کی مسلمان آبادی دل گرفتہ ہے کہ کشمیر آزاد کیوں نہیں ہو رہا بلکہ وقت عجیب چال چلنے لگا ہے اور اس کا ایک رخ یہ ہے کہ کشمیریوں کا مقابلہ صرف ہری سنگھ سے تھا۔ اس کے بعد بھارت بھی سامنے ہے۔ کرن سنگھ بھی نمودار ہو چکا ہے اور امریکہ بھی کھڑا ہے اتنی آفتوں سے ہمارے نہتے بھائی کس طرح مقابلہ کریں گے۔ انوار السادات نے جنگ رمضان کے بعد نہایت بے بسی کے ساتھ کہا کہ "میں اسرائیل کے ساتھ تو نپٹ سکتا ہوں امریکہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا" حقیقت یہ ہے کہ پاکستان بھارت سے تو نپٹ سکتا ہے مگر امریکہ اور یلسن سے نہیں لڑ سکتا۔
وقت رفتہ رفتہ بہت سنگین صورت حال سامنے لا رہا ہے اور ہم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ جہاں باتیں، وعدے اور تقریریں ہیں وہاں فریب، سراب اور دھوکہ ہی ہے اور ان "ہتھیاروں" سے ہم "نئے زاروں" کا مقابلہ نہیں کر سکتے مگر ہمیں کشمیر لازماً ملنا چاہیے۔ ہمیں کشمیر لازماً حاصل کرنا ہے کہ یہ پاکستان کی شہ رگ ہے۔ اس کے لئے کیا ہونا اہم ہے مظفر آباد اور اسلام آباد کو یہ عقدہ ضرور حل کرنا ہو گا۔ اگر ہم یہ طے کر لیں کہ ہمیں قائداعظم کے اصولوں پر چل کر کشمیر حاصل کرنا ہے تو پھر ذرا خلوص سے اتحاد، جہد مسلسل اور ایمان کے تین اصولوں پر چلنا ہو گا۔ انہی اصولوں کا سہارا لے کر ہم ایک بار انگریز اور ہندو کو شکست دے چکے ہیں۔
اب کشمیر کے میدان میں صدا آن پڑی ہے یہاں بھی ہندو ہے اور برطانیہ کی جگہ امریکہ نے لے رکھی ہے مگر کوئی بات نہیں........... ہم ایک بار پھر تحریک چلا سکتے ہیں مگر شرط اول یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے پہلے مرحلے جیسا جذبہ کہیں سے مانگ کر لانا ہو گا۔ اگر کوئی جماعت یا لیڈر کشمیر کاز سے مخلص ہے تو اسے اپنے مزاج میں تبدیلی لا کر پلاننگ کرنا ہو گی محض بے چاری کشمیر کمیٹی جو شاید ہے ہی نہیں کیا کر سکتی ہے........... یہ تو کسی ناول کا چار رنگا سرورق ہے جو اندر سے کچھ اور باہر سے کچھ ہے........... کیا سرداروں کو ہماری اس بات سے اتفاق ہے؟

۲۹ جنوری ۱۹۹۶ء کو روزنامہ "جنگ" راولپنڈی میں شائع ہونے والا مجاہد حسین نقوی کا تجزیہ

روزنامہ جنگ راولپنڈی

بھارت کے ٹی وی پر سردار عبدالقیوم کے خلاف مقدمہ

پاکستان میں بے نظیر حکومت قائم ہونے کے بعد سے لے کر اس وقت تک مسئلہ کشمیر کو اقوام متحدہ کی قراردادوں اور کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق حل کرنے کے سلسلہ میں موجودہ حکومت پاکستان کی جانب سے اختیار کردہ پالیسی اور مبنی بر انصاف و ٹھوس جمہوری موقف کے نتیجہ میں اس مسئلہ کے بارے میں دنیا کے مختلف ممالک کی حکومتوں کے رویئے میں جو تبدیلی آئی ہے اس سے بین الاقوامی سطح پر مسئلہ کشمیر کے بارے میں طاری جمود ٹوٹنا اور ابہامات دور ہونا شروع ہوگئے ہیں اور اب عالمی رائے عامہ کے ساتھ ساتھ خود بھارت کے صحیح الرائے لوگ، بھارت کے دانشور اور سب سے بڑھ کر بھارتی میڈیا اس مسئلہ کے وجود اور اس کے بنیادی حقائق کا اعتراف کر رہا ہے۔

مسئلہ کشمیر کے بارے میں اس بدلتے ہوئے عالمی تناظر میں آزاد کشمیر کے وزیراعظم سردار محمد عبدالقیوم خان کا مقبول ترین ٹیلی ویژن چینل "زی ٹی وی" کے معروف پروگرام "آپ کی عدالت میں" ۷ اور پھر ۱۴ جنوری کو نشر کردہ انٹرویو نے پورے برصغیر میں جو غیر معمولی پذیرائی حاصل کی اس میں سردار محمد عبدالقیوم خان کی شخصیت، ان کے ۵۰ سال سے بھی زائد عرصہ پر محیط سیاسی کیریئر اور اس دوران "نظریہ الحاق پاکستان" اور "نظریہ تکمیل پاکستان" سے مکمل نظریاتی وابستگی اور ان پر ثابت قدمی سے ڈٹے رہنے کی بناء پر ایک پکے اور سچے پاکستانی کے طور پر شہرت حاصل کرنے کو بھی بڑا دخل ہے۔ "آپ کی

عدالت میں" پروگرام میں اظہار خیال کے دوران سردار عبدالقیوم خان نے مسئلہ کشمیر کے مختلف پہلوؤں، بھارت اور پاکستان کے مابین مستقبل کے بہتر تعلقات اور علاقائی و عالمی امن کے قیام کے حوالے سے بڑی بامقصد گفتگو کی اور پاکستان اور کشمیری عوام کا موقف انتہائی زوردار طریقہ اور وضاحت سے کے ساتھ پیش کیا۔

زی ٹی وی کے پروگرام "آپ کی عدالت" میں سردار محمد عبدالقیوم خان پر چلایا گیا مقدمہ دراصل مسئلہ کشمیر کے اہم اور بڑے فریق پاکستان کے خلاف دائر شدہ ایک مقدمہ تھا جس میں پیروی اور جوابدہی کا حق سردار محمد عبدالقیوم خان نے خود مسئلہ کے بنیادی فریق کے طور پر اور پھر پاکستان کے وکیل کے طور پر بڑی فکری چابک دستی اور خود اعتمادی کے ساتھ استعمال کیا۔

ا۔ آزاد کشمیر میں برائے نام آزادی، اصل اختیارات اسلام آباد سرکار کے پاس ہونے اور "کشمیر بنے گا پاکستان" کے نعرہ کو اپنے اقتدار کے بچانے کے لئے اور اسے طول دینے کے لئے ایک مصلحت اور مجبوری کے طور پر اپنائے رکھنے کے سلسلہ میں اپنے اوپر لگائے گئے الزامات کا جواب دیتے ہوئے وزیراعظم آزاد کشمیر نے واضح کیا کہ "کشمیر بنے گا پاکستان" کا نعرہ پاکستانی قوم یا پاکستان کی کسی حکومت کی جانب سے آزاد کشمیر کے عوام پر ان کی مرضی کے خلاف نہ تو ٹھونسا گیا ہے اور نہ ہی کسی نے باہر سے ان پر مسلط کیا ہے بلکہ یہ نعرہ آزاد کشمیر کے لوگوں کی دل کی آواز اور ریاستی عوام کی قومی پارلیمان مسلم کانفرنس کے منشور کی بنیاد ہے اور اسے خود انہوں نے سال ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۵ء کے دوران جبکہ وہ آزاد کشمیر کے صدر (چیف ایگزیکٹو) تھے، آزاد جموں و کشمیر کے عبوری آئین ایکٹ ۱۹۷۴ء کے نفاذ کے وقت آئین کے حصے کے طور پر شامل کروایا تھا۔ آزاد کشمیر کے لوگ اول و آخر پاکستانی ہیں، ان کی تحریک اور قربانیوں کا مقصد ۱۹۴۷ء میں بھی اور اب بھی "تحریک تکمیل پاکستان" کو کامیابی سے ہمکنار کرنا ہے۔ لیکن اس نعرہ کے سلسلہ میں بھی جمہوری نقطہ نگاہ کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے اور آزاد کشمیر میں اس ضمن میں نہ تو کوئی زبردستی ہے اور نہ کسی قسم کی پابندی۔ دوسرے لوگوں کو بھی اپنی رائے اور نظریات کے اظہار کی مکمل آزادی ہے۔ ان کے کاموں اور اختیارات میں اسلام آباد سرکار کی جانب سے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جاتی بلکہ آئینی اور قانونی تقاضوں اور روایات کا مکمل احترام کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنی ٹرم پوری کر کے اختیار چھوڑا ہے اور

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آئینی طور پر ان کے عہدہ کی مدت تو باقی رہ رہی ہو لیکن انہیں زبردستی اقتدار سے چلتا کیا گیا ہو۔ پاکستان مسئلہ کشمیر کا ایک اہم فریق ہے لیکن اس کے باوجود کشمیریوں کی کوئی فوجی مدد نہیں کر رہا البتہ اسلام آباد کی حکومت آزاد کشمیر کے آئین کے تحت آزاد کشمیر کے صرف دفاع، خارجہ، کرنسی اور بیرونی تجارت کے معاملات کی دیکھ بھال کرتی ہے اور آزاد کشمیر کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت اس کی انٹائٹل منٹ بھی ہے۔

۲۔ ریاستی عوام کی حالیہ تحریک آزادی کو پاکستان یا آزاد کشمیر کے عوام اور حکومتوں کی مادی امداد سے چلائی گئی دہشت گردی کی تحریک قرار دینے اور آزاد کشمیر کی سرزمین پر مجاہدین کو ٹریننگ دینے کے کیمپوں کی موجودگی کے الزامات کی نفی کرتے ہوئے اور تحریک حریت کشمیر کو خالصتاً ریاست جموں و کشمیر کے عوام کے حق خود ارادیت کے حصول کے لئے چلائی جانے والی ایک جائز اور حق و صداقت کے اصولوں پر مبنی تحریک قرار دینے کے علاوہ سردار عبدالقیوم خان نے بڑے برملا اور دوٹوک الفاظ میں کہا کہ ریاست جموں و کشمیر کے رہنے والے چاہے آزاد کشمیر کے ہوں یا مقبوضہ کشمیر کے، ان پر ریاست کے دونوں حصوں میں آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں ہو سکتی۔ آزاد کشمیر کی سرزمین پر مقبوضہ کشمیر کے عوام کی آمد ان کا مادری اور پیدائشی حق ہے۔

۳۔ وزیراعظم آزاد کشمیر سردار محمد عبدالقیوم خان نے اپنے مقدمہ نما انٹرویو میں کشمیر کے بارے میں پاکستان کے مبنی بر انصاف و قانونی موقف کو پوری شرح و بسط کے ساتھ پیش کرتے ہوئے مسئلہ کشمیر کے باعزت اور پرامن اور کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق حل کو ہی پاکستان اور بھارت کے مابین بہتر تعلقات اور علاقائی و عالمی امن کی ضمانت قرار دیا۔ انہوں نے کہا کہ ان کی خواہش ہے کہ یہ مسئلہ اس طریقہ سے حل ہو کہ دونوں ملک امن و سلامتی سے رہیں۔ ایک دوسرے کو فتح کرنے کی کوششوں کی بجائے ایک دوسرے کو برداشت کر کے باہم مدد کی جائے تاکہ کشمیر کے مسئلہ کی وجہ سے بھارت و پاکستان کے مابین پیدا شدہ کشیدگی کا خاتمہ ہو۔ اس مسئلہ کے حل طلب چلے آنے کی وجہ سے دونوں ملکوں کی فوجیں ایک عرصہ سے سرحدوں پر الرٹ کھڑی ہیں اور اس صورتحال کی وجہ سے کسی بھی وقت کوئی خوفناک حادثہ ہو سکتا ہے اور اگر ایسا ہو گیا تو یہ جوہری تصادم ہو گا۔ جس سے نہ صرف برصغیر، جنوبی ایشیا بلکہ پوری دنیا کا امن تہ و بالا ہو کر رہ جائے گا۔

سردار محمد عبدالقیوم خان نے زی ٹی وی پر اپنے خلاف مقدمہ کے دوران اس مسئلہ کے سیاسی اور افہام و تفہیم کے ذریعہ حل کے لئے جو اشارے کئے ہیں، ہندوستانی قیادت کو ان حالات کے تناظر میں ان پر بھی غور کرنا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ اگر وہ چھ لاکھ سے زیادہ بھارتی فوج اور سیکورٹی و پیراملٹری دستوں کی اتنی بڑی تعداد میں مقبوضہ کشمیر میں تعیناتی اور ریاست کے نہتے لوگوں پر ظلم و تشدد کی تمام تر کارروائیوں کے باوجود گزشتہ چھ سال کے دوران حالات کو اپنے کنٹرول میں نہیں لاسکے تو آئندہ بھی صورتحال جوں کی توں ہی رہے گی اور انہیں ایک کروڑ بیس لاکھ کشمیری عوام کے حق خودارادیت کے مسئلہ "کشمیر" کو بالاخر حل کرنا ہی پڑے گا۔

۲۹ جنوری ۱۹۹۶ کے روزنامہ ”نوائے وقت“ راولپنڈی میں
سیاسیات کشمیر کے حوالے سے خصوصی شہرت رکھنے والے رپورٹر سلطان سکندر کی ہفتہ وار ڈائری

DAILY NAWA I WAQT
RAWALPINDI
ISLAMABAD
روزنامہ
نوائے وقت
راولپنڈی اسلام آباد

مسئلہ کشمیر...... گیند بھارت کی کورٹ میں

سردار قیوم بھارتی زی ٹی وی کے پروگرام ”آپ کی عدالت میں“

تجھ سے ظالم کے پاس میں آیا
جان کا میں نے کچھ خطر نہ کیا

بھارتی زی ٹی وی کی طرف سے گزشتہ دو تین ماہ کے دوران آزاد جموں و کشمیر کے وزیراعظم سردار محمد عبدالقیوم خان سے پروگرام ”آپ کی عدالت میں“ کے سلسلے میں رابطے کئے گئے اور ایک مرتبہ جب زی ٹی وی کے مسٹر شرما نے سردار قیوم سے کہا کہ ہم اس پروگرام کے لئے لندن، دوبئی یا نئی دہلی میں انتظام کر سکتے ہیں تو سرد و گرم چشیدہ کشمیری رہنما نے برجستہ کہا کہ ”آپ نئی دہلی میں انتظام کریں تو میں وہاں آنے کے لئے بھی تیار ہوں“ اور پھر دوبئی میں اس انٹرویو کا پروگرام طے پا گیا اور سردار قیوم اپنے گزشتہ غیر ملکی دورے کے دوران بطور خاص دوبئی گئے، جونہی پروگرام ”آپ کی عدالت میں“ کا پہلا حصہ زی ٹی وی سے ٹیلی کاسٹ ہوا، بھارتی اخبارات اور ذرائع ابلاغ پر اس میں شدید ردعمل ظاہر کیا گیا اور تبصرے کئے گئے، سری نگر سے آل پارٹیز حریت کانفرنس کے رہنما پروفیسر عبدالغنی نے اس بات کی اطلاع سردار قیوم کو دی تو سردار قیوم نے جواباً کہا ”مجھ سے پروگرام کے دوران پوچھا گیا کہ بھارت

کے بارے میں آپ کا رویہ جارحانہ ہے پاکستان کے بارے میں مختلف رویہ ہے؟ اس پر میں نے جواب دیا کہ بھارت جو کچھ مقبوضہ کشمیر میں کر رہا ہے وہ آپ سب کے سامنے ہے۔ پاکستان کشمیریوں کے حق خودارادیت اور اقوام متحدہ کی قراردادوں کی حمایت کرتا ہے"۔ اس مرحلہ پر سردار قیوم نے پروفیسر عبدالغنی کو بتایا کہ پروگرام کے دوسرے حصے میں، میں نے Suggestive Role ادا کیا ہے۔

گزشتہ دو ہفتوں کے دوران اس پروگرام کے دونوں حصے یکے بعد دیگرے ٹیلی کاسٹ ہو چکے ہیں جنہیں آزاد کشمیر میں نہ صرف ان کے حامیوں بلکہ مخالفین نے بھی ملاحظہ کیا اور اپنے اپنے پیرائے میں تبصرے بھی کئے لیکن اس پروگرام سے کشمیری سیاست میں ایک ہلچل پیدا ہو گئی اور اس کی بازگشت نہ صرف کشمیری سیاست بلکہ بھارت سرکار کے ایوانوں اور ذرائع ابلاغ میں ایک عرصہ تک سنی جاتی رہے گی۔ ۷۲ سالہ سردار قیوم نے اپنے تجربے، علم و ادراک اور مہارت کے ساتھ "مقدمہ کشمیر" بین الاقوامی رائے عامہ کے سامنے پیش کیا اور پہلی بار بھارتی رائے عامہ سے براہ راست مخاطب ہونے کے موقع سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے ایک کروڑ بیس لاکھ کشمیریوں کا دیرینہ موقف پیش کیا، اقوام متحدہ کی قراردادوں کے بارے میں بھارت اور پاکستان کے طرز عمل اور مقبوضہ و آزاد کشمیر کی صورتحال کا تقابلی جائزہ لیا، مسئلہ کشمیر کے سیاسی حل کی ضرورت پر زور دیا، مقبوضہ کشمیر میں بھارتی مظالم بند کرنے اور بھارتی افواج کے انخلاء کا مطالبہ کیا، نظریہ خودمختار کشمیر کو مسترد کیا اور نظریہ الحاق پاکستان اور تقسیم برصغیر کے اصول کی حمایت کی، ایٹمی جنگ کے خطرات کا ذکر کیا اور یوں مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے لئے "گیند بھارت کی کورٹ میں" پھینک دی۔ سردار قیوم نے "آپ کی عدالت" میں بعض "الزامات" اور سوالات کے درج ذیل جواب دیئے۔

۱۔ جو سیاستدان اصولوں پر سمجھوتہ کرتا ہے وہ بے اصول ہو جاتا ہے اور کہیں کا نہیں رہتا، نہ اس دنیا کا نہ اس دنیا کا، البتہ حکمت عملی میں سمجھوتہ کرنا کوئی بری بات نہیں جو شخص سیاست میں حکمت عملی پر سمجھوتہ نہیں کرتا وہ سیاستدان نہیں بے وقوف ہے اس کو سیاست نہیں کرنی چاہیے کوئی اور کام کرنا چاہیے۔

۲۔ میں کوئی غلام نہیں ہوں۔ میرے بس میں ہو تو دس ہیلی کاپٹر استعمال کروں۔ میں آزاد ملک کا وزیراعظم ہوں، جہاں ہیلی کاپٹر پر جاتا ہوں وہاں پیدل نہیں جا سکتا اور پھر اس سے

کام بھی متاثر ہوتا ہے میرے ہیلی کاپڑ استعمال کرنے پر کوئی پیسہ بھی خرچ نہیں ہوتا، ہیلی کاپٹر مجھے وفاقی حکومت نے الاٹ کیا ہوا ہے۔ وفاقی حکومت اس کے اخراجات برداشت کر رہی ہے۔

۳۔ کشمیر کے مسئلے میں جو کردار ادا کر سکتا ہوں وہ میں بہر صورت کرنے کی کوشش کرتا ہوں خواہ کوئی سرکار اس کو پسند کرے یا نہ کرے۔

۴۔ اگر فرض کریں کشمیر کا مسئلہ کسی طریقے سے حل بھی ہو جائے تو کیا پھر بھی سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میں ذاتی طور پر یقین رکھتا ہوں کہ اس کے باوجود حل نہیں ہو گا جب تک ہندوستان اور پاکستان کے تعلقات ٹھیک نہیں ہوتے ایک دوستانہ ہمسائیگی کے تعلقات قائم نہیں ہوتے، کشمیر کا مسئلہ حل ہو یا نہ ہو یہ فساد اس طرح جاری رہے گا۔ کشمیر کا مسئلہ حل کرنے میں کشمیریوں کے مصائب اپنی جگہ اس کی ضرورت و اہمیت اپنی جگہ لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس طریقہ سے حل ہو کہ دونوں ملک امن و سلامتی کے ساتھ رہیں ایک دوسرے کی مدد کریں ایک دوسرے کو فتح کریں نہ شکست دیں جو ہونا تھا ہو گیا اس کو قبول کر کے آگے چلیں۔

۵۔ ہندوستان کی سرکار مجھے اس سرزمین پر قدم نہیں رکھنے دیتی، بات کیسے کریں، میں نے ایک دو دفعہ اجمیر شریف جانے کی کوشش کی مگر انہوں نے مجھے لاہور سے واپس کر دیا، موقع ملے تو بڑے شوق سے بھارت جاؤں گا، میری دشمنی اس طرح کی نہیں ہے کہ ہندوستان یا پاکستان کی دشمنی ہے نہ ہی اس بات کا حامی ہوں کہ یہ دشمنی ہونی چاہیے۔ میں تو غلط پالیسی کے ساتھ اختلاف رکھتا ہوں چاہے ایک حکومت ہو یا دوسری حکومت............میں سمجھتا ہوں کہ کشمیری لیڈروں کو دونوں طرف آنے جانے کی اجازت ہونی چاہیے وہ دونوں طرف آجا سکیں اور دونوں کے ساتھ بیٹھ کر بات کر سکیں۔

۶۔ لبریشن فرنٹ والے کشمیر کی خود مختاری چاہتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ خود مختاری بوجوہ ممکن نہیں۔ کشمیریوں کو اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے مطابق اپنے مستقبل کا فیصلہ کرنے کا موقع ملنا چاہیے، کشمیریوں کو ہندوستان کی باقی چھ سو سے زائد ریاستوں کی طرح فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ ہندوستان میں شامل ہوں گے، پاکستان میں شامل ہوں گے، اس بات پر ہی ان سے اختلاف ہے۔

۷۔ دنیا میں آزادی کی تحریکوں کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا، اس تحریک کا جلد حل نکالنا چاہیے۔ اس وقت دونوں اطراف سے جس کے پاس جو کچھ ہے وہ لے کر تیار ہے۔ سرحدوں پر فوجیں الرٹ ہیں فائرنگ کا تبادلہ بھی ہوتا رہتا ہے۔ مستقل طور پر غیر یقینی صورت حال ہے۔ اس صورت حال کا عالمی سطح پر نوٹس لیا جانا چاہیے۔ اگر دونوں کے درمیان تصادم ہوا تو جوہری تصادم ہو گا اور دونوں ملک تباہ ہو جائیں گے۔

۸۔ آزاد کشمیر کی آزادی بنیادی طور پر الحاق پاکستان کے نام پر ہوئی ہے، یہ نعرہ لگانے والوں کی آزاد کشمیر میں بھاری اکثریت ہے۔ یہ ایک جماعت کا سیاسی نظریہ ہے ہم نے اس کے خلاف بات کرنے کو کوئی جرم قرار نہیں دیا۔

۹۔ ہم خود چاہتے تھے کہ آزاد کشمیر تحریک آزادی کشمیر کا بیس کیمپ ہو۔ حکومت پاکستان نے البتہ ہمیشہ کوشش کی ہے کہ یہاں بیس کیمپ نہ بنے۔

۱۰۔ راستہ تو آزاد کشمیر کا ہے اور وہ کھلا رہے گا، میں واشگاف الفاظ میں کہنا چاہتا ہوں کہ اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔ پاکستان کی جو حکومت اس کو بند کرے گی وہ ہندوستان کی جنگ اپنی سرزمین پر لڑے گی، اگر کوئی حکومت کر سکتی ہے تو بڑے شوق سے کرے ہم یہ بند نہیں ہونے دیں گے۔ جب تک یہ ظلم و ستم جاری ہے آزاد کشمیر کی سرزمین کا استعمال ہر کشمیری کا پیدائشی حق ہے خواہ وہ کشمیری آزاد کشمیر کا ہو یا مقبوضہ کشمیر کا.......... کشمیریوں کو یہ سرزمین استعمال کرنے کا حق اقوام متحدہ نے دیا ہے، پاکستان اور بھارت نے انہیں یہ حق نہیں دیا۔

سردار قیوم کے اس اظہار خیال پر پاکستان اور آزاد کشمیر کے سیاسی حلقوں میں ملے جلے ردعمل کا اظہار کیا گیا۔ پارلیمنٹ کی کشمیر کمیٹی کے چیئرمین نوابزادہ نصراللہ خان نے کہا کہ سردار قیوم نے تمام تر سوالات کا سیاسی بصیرت اور خود اعتمادی سے جواب دیا اور اپنے موقف کی موثر انداز میں وضاحت کی۔ پاکستان پیپلز پارٹی آزاد کشمیر کے صدر بیرسٹر سلطان محمود چودھری نے کہا کہ بھارت مقبوضہ کشمیر میں حریت کانفرنس اور میر واعظ عمر فاروق کے مقابلے میں فاروق عبداللہ اور آزاد کشمیر میں عوامی قوتوں کے مقابلے میں سردار قیوم کو ''پروجیکٹ'' کر رہا ہے۔ جموں کشمیر پیپلز پارٹی کے صدر سردار خالد ابراہیم نے کہا کہ اگرچہ سردار قیوم نے مسئلہ کشمیر پر کشمیریوں کے موقف کا اعادہ کیا تاہم اندرونی سیاست پر آئندہ الیکشن کے حوالے سے اظہار خیال کر کے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔

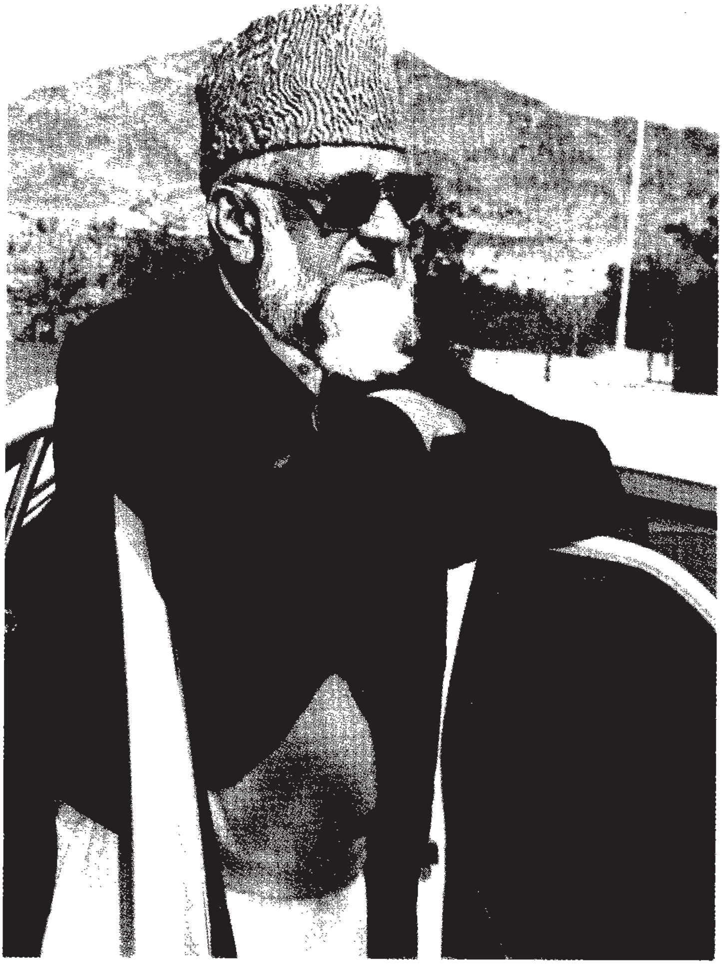

رابطہ عالم اسلامی کے سالانہ اجلاس کے موقع پر مدینہ منورہ میں

وزیراعظم آزاد کشمیر مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کا زیر نظر انٹرویو روزنامہ "جنگ" راولپنڈی کی ۳ فروری ۱۹۹۶ء کی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ یہ انٹرویو میگزین ایڈیٹر الطاف پیرزادہ نے ان سے کیا تھا۔ کہوٹہ پر بھارتی میزائل کے حملے اور پاکستانی سرحدوں پر پرتھوی میزائل کی تنصیب، کشمیر میں تحریک آزادی کی تازہ ترین صورتحال اور پاکستان کے اہم قومی مسائل پر گفتگو کی گئی ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے اس کا مکمل متن شائع کیا جارہا ہے۔

روزنامہ جنگ راولپنڈی

سوال...... سردار صاحب! آزاد کشمیر میں بے گناہ شہریوں پر بھارتی بمباری اور کنٹرول لائن پر کشیدگی کی صورت حال کو آپ کس طرح دیکھتے ہیں؟

جواب...... گزشتہ چار پانچ سالوں سے بھارتی فوج سیز فائر لائن پر اس قسم کی اشتعال انگیز کارروائیاں کر رہی ہے، شروع میں تو اکا دکا واقعات ہوتے رہے مگر کچھ عرصہ سے یہ خلاف ورزیاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ اب تو مشین گن سے لے کر بھاری توپ خانے تک ہر قسم کے ہتھیار استعمال کئے جارہے ہیں۔ بھارتی فوج کا نشانہ خاص طور پر آزاد کشمیر کے نہتے سویلین لوگ ہیں۔ اگر آپ ان کارروائیوں کے نتیجے میں شہید یا زخمی ہونے والے افراد کی فہرست دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ زیادہ تر عورتیں اور بچے اس کا نشانہ بنے ہیں۔ بہرحال بھارتی فوج جہاں مقبوضہ کشمیر میں لوگوں کو مار رہی ہے وہاں پر یہ آزاد کشمیر کے عام شہریوں کے خلاف بھی اپنی جارحیت جاری رکھے ہوئے ہے۔ یہ بات اب پوشیدہ نہیں ہے کہ بھارت آزاد کشمیر کے خلاف محدود فوجی کارروائی کا پروگرام دو تین مرتبہ بنا چکا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی جانب سے کی جانے والی موجودہ کارروائیوں کے پس پردہ ایک مقصد یہ ہو کہ اسکے بعد وہ آزاد کشمیر کے خلاف محدود فوجی آپریشن کا پروگرام رکھتا ہو۔ اس قسم کی کارروائیوں کا دوسرا

مقصد یہ ہو سکتا ہے کہ مقبوضہ کشمیر کے اندر لوگوں کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ وہ آزاد کشمیر کے اندر بھی بے گناہ سویلین لوگوں کو مار رہے ہیں مگر ان کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ مقبوضہ کشمیر میں لوگوں کو یہ تاثر دیتے ہیں کہ پاکستان ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا، اسی قسم کا تاثر وہ آزاد کشمیر کے اندر بھی پھیلانا چاہتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے وہ سرحد پر لاؤڈ سپیکر لگا کر اس قسم کے اعلان بھی کرتے رہے گزشتہ دنوں جب بھارت کو موسٹ فیورٹ نیشن قرار دینے کی تجویز زیر بحث تھی تب بھی بھارتی فوجیوں نے آزاد کشمیر کی سیز فائر لائن کے دونوں جانب لاؤڈ سپیکر لگا کر اعلان کروائے کہ پاکستان مجبور ہے کہ ہمیں موسٹ فیورٹ نیشن قرار دے، وہ تمہاری کیا مدد کرے گا۔ اس فائرنگ کا ہر ممکنہ سبب یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ایسا کر کے آزاد کشمیر کے اندر پاکستان کی حکومت کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کچھ عرصہ سے خود پاکستان کے اندر بھی اس قسم کی باتیں سنائی دیتی رہی ہیں کہ پاکستان کی فوج نے جوابی کارروائی کیوں نہیں کی۔ پاکستان کی فوج کے خلاف اس طرح کا دباؤ ملک کے اندر پیدا کرنا ان کی حکمت عملی کا حصہ ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے واقعات کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اندرونی حالات سے توجہ ہٹانا چاہتے ہوں۔ بھارت کے عام انتخابات قریب آرہے ہیں، بھارت کو کشمیر میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی، پھر بھارتی سیاستدانوں پر بدعنوانیوں کے سنگین الزامات ہیں، اس صورت حال میں وہ اپنے داخلی حالات سے توجہ ہٹانے کے لئے آزاد کشمیر کے خلاف کارروائی کر سکتے ہیں۔ بھارتی فوج کی جانب سے سرحدوں پر اشتعال انگیز فائرنگ کے جو بھی مقاصد ہوں ایک بات واضح نظر آرہی ہے کہ اگر صورت حال جوں کی توں رہی تو کسی وقت بھی کوئی بڑا حادثہ ہو سکتا ہے خواہ اس حادثے کی منصوبہ بندی ہو یا نہ ہو اس وقت تک تو پاکستان کی فوج صبر و تحمل سے کام لیتی رہی ہے لیکن ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے۔ کھوٹہ کے مقام پر جمعہ کی نماز کے وقت انہوں نے مسجد پر راکٹ پھینکا جس کے نتیجے میں ۲۴ افراد جاں بحق ہو گئے اس سے ان کی بدنیتی پر مبنی عزائم کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ بھارت روز اول سے پاکستان کے خلاف فوجی، سیاسی و اقتصادی دباؤ میں اضافہ کرتا رہا ہے اور آج بھی وہ یہ دباؤ اس طرح قائم رکھے ہوئے ہے۔ وہ پاکستان کے خلاف ہمیشہ طاقت کی زبان استعمال کرتا رہا ہے۔

سوال...... آپ کے خیال میں پاکستان کو کیا حکمت عملی اختیار کرنی چاہیے؟
جواب...... حکومت پاکستان کو بھارت پر یہ بات واضح اور دوٹوک الفاظ میں واضح کر دینی چاہیے کہ اگر وہ جنگ کرنا چاہتا ہے تو ہم اس کا بھرپور مقابلہ کریں گے۔ یہ درست ہے کہ ہم امن پسند ہیں اور جنگ نہیں کرنا چاہتے نہ ہی جنگ کو مسائل کا حل سمجھتے ہیں لیکن اسے ہماری امن پسندی کو ہماری کمزوری پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔ بھارتی لیڈروں کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ ہمیں بھی لڑنا آتا ہے اور ہم مناسب اور بھرپور جواب دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ویسے بھی ہمیں مناسب جوابی کارروائی کرتے رہنا چاہیے اس کے ساتھ ساتھ بھارت کے توسیع پسندانہ اور جارحانہ عزائم سے علاقائی اور عالمی امن کو جو خطرات لاحق ہیں اس سے بھی دنیا کو باخبر رکھنا چاہیے اپنے دفاع کے لئے تمام ضروری انتظامات کرنے بھی ضروری ہیں۔ میں نے تجویز دی تھی کہ سیز فائر لائن پر رہنے والے لوگوں کی ایک تعداد کو مسلح کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ اپنی حفاظت خود کر سکیں اگر سرحدوں پر رہنے والے لوگ مسلح ہوں تو بھارت کیلئے محدود فوجی آپریشن کا تصور کرنا ہی مشکل ہو گا اور ہمارے لوگ آزمائش کے کسی مرحلہ پر اپنی افواج کے شانہ بشانہ اپنی سرزمین کے ایک ایک انچ کے دفاع کے لئے لڑیں گے۔ کہوٹہ پر راکٹ کے حملہ کے بعد ملک کے اندر جو ردعمل ہوا ہے وہ بڑا خوش آئند ہے۔ اپوزیشن اور حکومت دونوں نے مل کر اظہار یکجہتی کیا ہے۔
سوال...... پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں آپ کیا کہیں گے۔ خاص طور پر جب بھارت نے پرتھوی میزائل کا تجربہ کیا ہے اس سے خطہ میں طاقت کے توازن پر کیا اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟
جواب...... پاکستان کو اپنے جوہری پروگرام پر کوئی یکطرفہ سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے پاکستان نے جنوبی ایشیا کو جوہری ہتھیاروں سے پاک علاقہ قرار دینے کی جو تجویز دی ہے وہ بڑی معقول ہے۔ اگر بھارت اس تجویز کو قبول نہیں کرتا اور اپنا جوہری اسلحہ بنانے کا پروگرام جاری رکھتا ہے تو پھر پاکستان کا جوہری پروگرام بھی جاری رہنا چاہئے۔ ہمیں کسی غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ یہ نہیں ہو گا اگر دونوں ملکوں کے درمیان جنگ ہوئی تو اس میں جوہری ہتھیار استعمال ہوں گے اس میں کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے۔ جہاں بھارت کی طرف سے میزائل کے حالیہ تجربہ کا تعلق ہے میں یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ اس سے اس خطہ میں مہلک ہتھیاروں

کی دوڑ تیز ہوگی اور خطہ کے اندر امن و سلامتی کے لئے مزید سنگین خطرات پیدا ہوں گے۔ بھارت کے اس تجربہ سے خطہ کے اندر کشیدگی میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ ہمیں بین الاقوامی سطح پر یہ بات واضح کرنی چاہیے کہ پاکستان کو اپنے دفاع کے لئے انتظامات کرنے کا حق حاصل ہے۔

سوال...... بعض حلقوں کا خیال ہے کہ پاکستان کو ایٹمی دھماکہ کرنا چاہئے؟

جواب...... یہ ایک ٹیکنیکی بات ہے البتہ میں یہ کہوں گا کہ اپنا جوہری پروگرام جاری رکھنا چاہیے۔

سوال...... کشمیر کی جدوجہد آزادی جاری ہے اس تحریک کے دوران بے پناہ قربانیاں دی گئی ہیں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ موجودہ حالات میں تحریک جاری رہے گی؟

جواب...... بلاشبہ بے پناہ قربانیاں دی گئی ہیں صرف جان کی قربانیاں ہی نہیں بلکہ جانی و مالی، عزت و آبرو ہر چیز کی قربانی کشمیر میں دی جارہی ہے۔ بھارت کو کشمیریوں کے عزم کو شکست دینے میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی کشمیر کے اندر تحریک اس جذبے اور عزم کے ساتھ جاری ہے۔ بھارت کو کشمیریوں کے عزم کو شکست دینے میں کامیابی نہیں ہوئی کشمیر کے اندر اس وقت بھی بھارت کی چھ لاکھ سے زائد فوج تعینات ہے۔ یہ بجائے خود اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ کشمیر کے اندر مزاحمت کی تحریک طاقتور ہے۔

سوال...... آپ نے یورپ، امریکہ سمیت مختلف ممالک کے دورے کئے ہیں آپ کیا سمجھتے ہیں کہ بین الاقوامی سطح پر کشمیر کے مسئلہ کے سیاسی حل کے بارے میں کس حد تک دلچسپی لی جارہی ہے؟

جواب...... بین الاقوامی سطح پر یقیناً اس مسئلہ کے حل کے لئے دلچسپی بڑھی ہے۔ اس مسئلہ کی تفہیم پیدا ہوئی ہے اور مسئلہ کے سیاسی حل کے لئے اقدامات بھی کئے گئے ہیں۔ ایک بات البتہ یاد رکھنی چاہیے کہ بھارت ایک بڑا ملک ہے اس کے وسائل، اقتصادی صلاحیت اور فوجی قوت کے علاوہ اس کے دوسرے ممالک کے ساتھ پرانے تاریخی روابط ہیں اس کے باوجود عالمی سطح پر بھارت کے مقابلہ میں نہایت ہی موثر اور کامیاب کوششیں کی گئی ہیں اور اب عالمی سطح پر ہماری پوزیشن کو پہلے کے مقابلہ میں زیادہ بہتر طریقے سے سمجھا جانے لگا ہے۔

سوال...... مسئلہ کشمیر کے حوالے سے مختلف آپشنز پر بات ہوتی رہی ہے کیا بین الاقوامی سطح پر کوئی باضابطہ تجویز سامنے آئی ہے۔

جواب...... دیکھئے جی! کشمیر کے مسئلہ کے ممکنہ حل کے ضمن میں ایک دانشورانہ بحث مباحثہ ہوتا رہا ہے لیکن کسی نے باقاعدہ اور سرکاری حیثیت میں اب تک کسی نئے آپشن کے بارے میں کوئی تجویز نہیں دی۔ لوگوں کے ذہنوں میں آپشنز ضرور ہوں گے مگر کسی نے اب تک باضابطہ طور پر کوئی تجویز نہیں دی۔ جب تک اقوام متحدہ یا بھارت یا امریکہ کی طرف سے کوئی باضابطہ تجویز نہ آئے اس وقت تک اس قسم کے دانشورانہ بحث مباحثہ کے عملی امکانات پر بات کرنا بے سود ہے۔

سوال...... او آئی سی نے بھارت پر دباؤ ڈالنے کے لئے کیا کردار ادا کیا ہے؟

جواب...... او آئی سی نے مسئلہ کشمیر کے ضمن میں نہایت اچھا کردار ادا کیا ہے، او آئی سی نے مسئلہ کشمیر کے بارے میں موثر قرار دادیں پاس کی ہیں اور کشمیر کے دونوں حصوں سے کشمیری عوام کے نمائندوں کو اپنے اجلاسوں میں مدعو کیا ہے۔ مسئلہ کشمیر کے حوالے سے او آئی سی کا کردار قابل تعریف ہے۔

سوال...... کیا آپ سمجھتے ہیں کہ کشمیر کا مسئلہ بات چیت کے ذریعے حل ہو گا؟

جواب...... بات چیت کے علاوہ اس مسئلہ کو حل کرنے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے اس مسئلہ کا وہی حل دیرپا ہو گا جو بات چیت کے ذریعے ہو۔ فوجی حل اس خطہ میں کسی کے مفاد میں نہیں ہو گا اس لئے ہم کہتے ہیں کہ بھارت کو کشمیر کے مسئلہ کا فوجی حل تلاش نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے نتائج اس خطے کے لوگوں کے لئے تباہ کن ہوسکتے ہیں۔

سوال...... لیکن آپ جانتے ہیں کہ بات چیت ہو نہیں رہی۔ اس وقت دونوں جانب ایک تعطل ہے۔ آپ کے خیال میں اس صورت حال میں کیسے کوئی بریک تھرو ہوسکتا ہے؟

جواب...... میں نے تو بہت آسان اور موثر طریقہ بتایا تھا۔ میں نے تجویز دی تھی کہ کشمیر کے دونوں اطراف سے مسلمہ اور محدود کشمیری رہنماؤں کو مل بیٹھنے کا موقع مہیا کیا جائے۔ لوگ خود ہی راستہ دریافت کریں گے۔ اس میٹنگ میں پاکستان اور بھارت کے نمائندے شرکت کریں اور بین الاقوامی سطح پر ایسی قوتوں کے نمائندوں کو بھی شامل کیا جائے جو کشمیر کے تنازعہ کے پرامن سیاسی حل میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ میرا اب بھی خیال ہے کہ موجودہ تعطل کو

توڑنے کا یہ واحد راستہ ہے۔ پاکستان اور بھارت کی حکومتیں تنہا آپس میں گفت و شنید کر کے یہ مسئلہ حل نہیں کر سکتیں۔

سوال...... کیا مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے بین الاقوامی سطح پر ثالثی کی کوئی تجویز زیر غور ہے؟

جواب...... اس وقت تو ایسی کوئی تجویز زیر غور نہیں ہے۔ بھارت اس قسم کی تمام تجاویز کو مسترد کرتا چلا آ رہا ہے۔ البتہ بھارت کے اخبارات نے لکھا ہے کہ امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر اس مسئلہ میں دلچسپی لے رہے ہیں۔ اس طرح کی شخصیات اگر اس تنازعہ کے حل کے لئے دلچسپی لیں تو اس سے یقیناً بریک تھرو ہو گا اگر دونوں ملکوں کو جنگ سے روکنا ہو تو پھر مسئلہ کے سیاسی حل کے لئے کوئی اقدام کرنا ہی پڑے گا۔ میں دیانت داری سے یہ بات سمجھتا ہوں کہ یہ صورت حال زیادہ دیر تک جوں کی توں نہیں رہ سکتی۔ اس مسئلہ کے پرامن سیاسی حل کے لئے میز پر بیٹھنا پڑے گا یا پھر دونوں ملکوں کے درمیان جنگ ہو گی۔

سوال...... زی ٹی وی پر آپ نے انٹرویو دیا ہے اس انٹرویو کے بارے میں مختلف آرا کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس انٹرویو کا مقصد کیا تھا۔

جواب...... یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے کس مقصد کے لئے مجھے انٹرویو کے لئے بلایا البتہ اس انٹرویو کے دوران انہوں نے آزاد کشمیر اور پاکستان کے درمیان تعلقات کار کے بارے میں سوالات کئے اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ آزاد کشمیر کا علاقہ پاکستان کی نو آبادی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ان کو اپنے مقاصد میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی بلکہ الٹا لینے کے دینے پڑ گئے۔

سوال...... آزاد کشمیر میں انتخابات قریب آ رہے ہیں۔ وہاں کی سیاسی صورتحال پر آپ کیا تبصرہ کریں گے؟ نیز انتخابات کو منصفانہ اور شفاف بنانے کے لئے آپ کیا اقدامات کر رہے ہیں؟

جواب...... دیکھئے جی! ہماری خواہش ہے اور کوشش ہو گی کہ آزاد کشمیر کے اندر انتخابات انتہائی شفاف اور منصفانہ ہوں۔ یہ انتخابات ایک ایسے وقت میں ہو رہے ہیں جب ہم ایک خاص قسم کی صورت حال سے دوچار ہیں۔ بھارت مقبوضہ کشمیر میں انتخابات کا ڈھونگ رچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس صورت حال میں آزاد کشمیر کے اندر شفاف

انتخابات انتہائی ضروری ہیں۔ اس بارے میں میری وزیر امور کشمیر سے دو مرتبہ ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بھی شفاف الیکشن کرانے کے بارے میں میری گفتگو کی تائید کی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آزاد کشمیر کے اندر انتخابات کا اثر مقبوضہ کشمیر کی تحریک آزادی پر پڑے گا اور بین الاقوامی سطح پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوں گے۔ بین الاقوامی سطح پر اگر یہ محسوس ہو جائے کہ آزاد کشمیر میں ایک صحیح جمہوری حکومت ہے تو اس سے ہمارے کیس کو عالمی سطح پر تقویت حاصل ہوگی۔

ان انتخابات کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ یہ آزاد کشمیر کی نظریاتی اساس کے لئے بہت اہم ہے۔ اگر انتخابات میں بے قاعدگیاں ہوئیں تو یہ نظریاتی اساس بھی کمزور ہوگی جس کی ہم نے بڑی مشکل سے آج تک حفاظت کی ہے۔ اس انتخاب میں ایک بڑی مشکل صورت حال یہ ہے کہ اس میں ایک پارٹی ایسی ہے جو پاکستان کی مرکزی حکومت کی پارٹی ہے۔ اس کی وجہ سے اگر مرکزی حکومت اور ہمارے درمیان محاذ آرائی ہو جائے تو یہ بہت خطرے کی بات ہو جائے گی۔ اس محاذ آرائی کو ٹالنا چاہیے۔ یہ ایک خاصا مشکل مرحلہ ہے اس پر سنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کوئی ایسا ضابطہ اخلاق یا طریقہ کار وضع کرنے کی ضرورت ہے کہ آزاد کشمیر کے اندر سیاست غیر مستحکم نہ ہو۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ عباس پور میں ضمنی انتخاب کے موقع پر وفاقی وزراء اپنی پارٹی کی حمایت کے لئے چلے گئے تھے۔ یہ ایک ایسا سیاسی عمل ہے جس میں حکومت پاکستان براہ راست ملوث ہو جاتی ہے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ اگر اس سے کوئی خرابی ہو جائے تو عالمی سطح پر پاکستان کے لئے بڑی مشکل صورت حال پیدا ہو جائے گی۔ بین الاقوامی سطح پر یہ تاثر کہ آزاد کشمیر میں مرکزی حکومت نے انتخابات میں مداخلت کی ہے اچھا نہیں ہے۔ ہم اس صورت حال کو ہینڈل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جہاں تک آزاد کشمیر کی حکومت کا تعلق ہے ہم نے انتخابات کو شفاف اور منصفانہ بنانے کے لئے انتظامیہ کو مناسب ہدایات دے دی ہیں۔ ہم نے انتظامیہ سے یہ بھی کہا ہے کہ وہ ہر قیمت پر آزاد کشمیر میں امن و امان قائم رکھیں۔

سوال...... آپ نے کشمیر کونسل کے انتخاب میں پی پی پی کو ایک سیٹ دے رکھی تھی؟

جواب...... میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا ہوں کہ کوئی کہے کہ وفاقی حکومت انتخابات میں

ہار گئی ہے۔ اس سے بڑا پروپیگنڈہ ہوتا ہے اور یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ اس لئے ہم نے نہ صرف انہیں کشمیر کونسل کی ایک نشست دی بلکہ مظفر آباد میں ایک ضمنی نشست کے انتخاب کے دوران بھی ان کے خلاف پورا زور نہیں لگایا۔ ہمارے سوا شاید کوئی اس بات کو سمجھتا ہے، نہ ہی کوئی دوسرا شخص یا جماعت یہ بات کر سکتی ہے۔

سوال...... بھارت مقبوضہ کشمیر میں انتخابات کروانے کے لئے تیاری کر رہا ہے۔ موجودہ حالات میں کیا بھارت کے لئے انتخابی عمل ممکن ہو سکے گا؟

جواب...... پہلی بات یہ ہے کہ وہ مقبوضہ کشمیر میں انتخابات نہیں کروا سکیں گے۔ وہاں انتخابات کے لئے فضا ساز گار نہیں ہے۔ کشمیری عوام نے بھارتی آئین کے اندر انتخابات کی تجویز مسترد کر دی ہے۔ اگر انہوں نے وہاں کوئی کوشش کی تو وہ محض جعلسازی اور ہیرا پھیری ہی ہوگی۔ ہو سکتا ہے کہ دہلی سے بکسوں میں ووٹ ڈال کر بھیجے جائیں۔ اس سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا البتہ صورتحال زیادہ خراب ہوگی۔ اس وقت کشمیر کے اندر ساڑھے چھ لاکھ سے زائد فوج تعینات ہے۔ اس قسم کے انتخابات میں وہ البتہ صرف بھارتی فوجیوں سے ہی ووٹ ڈلوا سکتے ہیں۔ اس قسم کے انتخابات کو دنیا میں کون مانے گا۔ کشمیری انتہائی مشکل حالات میں جدوجہد کر رہے ہیں۔ بے سروسامانی کے عالم میں نہتے لوگ دشمن کی اتنی بڑی فوج کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے ہیں۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ یہ انسانی قربانی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔ اس سے بڑی قربانی کوئی نہیں دے سکتا جس قدر وہاں پر لوگ آج کل مر رہے ہیں۔

سوال...... بھارتی حکمرانوں کا کہنا ہے کشمیر آزاد ہو گیا تو بھارت ٹوٹ جائے گا آپ اس بارے میں کیا کہیں گے؟

جواب...... دونوں ملکوں کے اندر ٹوٹنے کا خطرہ ایک دوسرے سے محاذ آرائی اور تلخی اور تصادم کی فضا کی وجہ سے ہے۔ اگر کشمیر کا مسئلہ بین الاقوامی اصولوں اور کشمیری عوام کی خواہشات کے مطابق حل ہو جائے تو دونوں ملکوں کے درمیان اچھے دوستانہ تعلقات قائم ہو سکتے ہیں۔ بھارت کے ٹوٹنے کے امکانات مسئلہ کشمیر کے حل نہ ہونے کی صورت میں زیادہ ہیں۔ بمقابلہ اس کے یہ مسئلہ حل ہو جائے۔

سوال...... آپ کی جماعت کے اندر اختلافات کی خبریں آرہی ہیں۔ اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

جواب...... دیکھئے ہماری جماعت میں کوئی اختلافات نہیں ہیں۔ البتہ اختلاف رائے ہو سکتا ہے اور اختلاف رائے جمہوریت کی روح ہے۔ ہماری وجہ سے ہی آزاد کشمیر کے اندر استحکام ہے اور امن و امان کے لحاظ سے آزاد کشمیر اس پورے خطے میں جزیرہ امن ہے۔ ہماری جماعت روپے پیسے پر نہیں بلکہ نظریہ اور عقیدے پر چل رہی ہے۔

سوال...... آج کل اخبارات میں خبریں آرہی ہیں کہ آزاد کشمیر کی موجودہ اسمبلی ہی صدر کا انتخاب کرے گی۔ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

جواب...... یہ ایک آئینی تقاضا ہے ہم اس کو خواہ مخواہ ایشو نہیں بنا رہے بلکہ ہم وہ بات کہہ رہے ہیں جو آئین میں لکھی ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صدر کا انتخاب ہم نے نہیں چیف الیکشن کمشنر نے کروانا ہے اور وہ آئین کے مطابق ہی یہ انتخاب کروائیں گے۔

سوال...... آپ کا دور حکومت آزاد کشمیر کی تعمیر و ترقی کے مقاصد کہاں تک پورے کر سکا۔

جواب...... ہم نے اس میں بھی کوئی کمی نہیں ہونے دی اگرچہ اس کے لئے ہمارے پاس وسائل بہت محدود تھے۔ آزاد کشمیر میں تاریخ کا بدترین سیلاب اس دور میں آیا تھا۔ اس کی وجہ سے ہماری تعمیر و ترقی کا بنیادی ڈھانچہ ہی تباہ ہو گیا۔ ہم نے صرف بحالی کا کام کیا ہے بلکہ نئے منصوبہ جات پر بھی کام ہو رہا ہے۔ ہم نے آزاد کشمیر میں تعمیر و ترقی کے لئے طویل المدت منصوبہ بندی کی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کام جاری رہے گا۔ اس ضمن میں دوسری بات یہ ہے کہ آپ دیکھتے ہیں کہ آزاد کشمیر کے اندر لوگ مطمئن ہیں اور استحکام ہے۔ یہ بجائے خود ایک بڑا کارنامہ ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں اچھی حکومت کا ہونا اتنا ضروری نہیں ہے جس قدر کہ اچھی قیادت کا ہونا ضروری ہے۔ قیادت ٹھیک ہو تو کام چلتا رہتا ہے۔ ہم نے لوگوں کو مایوس نہیں ہونے دیا۔ بہت آئیڈیل قیادت نہ سہی مگر ہم نے کوشش کی ہے کہ قیادت کا خلاء بھی پیدا نہ ہو۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ہم نے سیاست میں اخلاقیات کی قدروں کا احیاء کیا۔ آج سارا پاکستان انتقام کی آگ میں جل رہا ہے۔ لیکن آزاد کشمیر میں کوئی ایک سیاسی قیدی نہیں ہے۔

نہ ہی کسی کے خلاف سیاسی وابستگی کی بناء پر کوئی انتقامی کارروائی کی گئی ہے۔ ہم نے اپوزیشن کے لوگوں کا بھی خیال رکھا ہے۔ تعمیر و ترقی کے کاموں میں کوئی تخصیص نہیں کی۔ سرکاری ملازمین کو سیاست سے دور رکھا اور آزاد کشمیر کو نظریاتی طور پر مضبوط بنایا ہے۔

سوال...... پاکستان میں حکومت اور اپوزیشن کے درمیان صلح کرانے کے لئے آپ اپنا کردار کیوں ادا نہیں کرتے؟

جواب...... دونوں فریق اگر ایک دوسرے کو فتح کرنے اور شکست دینے کی کوششیں چھوڑ دیں تو منٹ کے اندر سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ کسی کو تو اس کی پہل کرنی چاہیے۔ اگر میں خرابی کرتا رہوں اور اپوزیشن سے توقع رکھوں کہ وہ کچھ نہیں کریں گے تو یہ اپروچ درست نہیں ہوگی۔ البتہ میری طرف سے پہل ہو تو معاملات خود بخود ٹھیک ہونا شروع ہو جائیں گے۔ جہاں تک دونوں کے درمیان میرے صلح کرانے کے لئے کردار کا تعلق ہے تو میں یہ بات واضح کردوں کہ میں اس سے بھی زیادہ اہم کام کر رہا ہوں۔ یہ کام کشمیر کا مسئلہ ہے۔ میرے خیال میں یہ پاکستان کا سب سے زیادہ نازک اور سنگین مورچہ ہے۔ میں اس شکاری کی طرح ہوں جو ہر وقت اپنے شکار پر نشست باندھے بیٹھا رہتا ہے۔ اس مورچہ پر کام کر رہا ہوں اس لئے اس مسئلہ کے سوا دوسرے مسائل پر کام کرنے کا وقت بھی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس وقت سیاست میں لوگ نوعمر ہیں۔ یہ لوگ شاید عمر رسیدہ آدمی کی بات سننا پسند نہ کریں۔ لوگ تجربہ کار لوگوں کی رائے پر چلیں تو شاید زیادہ مشکلات پیدا نہ ہوں۔ اس وقت ملک کی سیاسی و اقتصادی صورت حال کی مدد سے جو کچھ اخبارات میں چھپتا ہے وہ حوصلہ افزا نہیں ہے۔ امریکی سفیر کو یہ بات کہنا پڑی ہے کہ ملک کی معاشی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اگر خدانخواستہ ملک ہی ٹھیک نہ ہوا تو پھر اپوزیشن یا حکومت کیا کریں گی۔ اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ایک دوسرے کو برداشت کیا جائے تو سارا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

ادارہ "نوائے وقت" کے زیر اہتمام شائع ہونیوالے ہفت روزہ جریدے "ندائے ملت" کی ۳ فروری ۱۹۹۶ء کی اشاعت میں شائع ہونے والے انٹرویو کا مکمل متن۔
وزیراعظم آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان کا یہ انٹرویو ایوان وقت لاہور کے تحت ریکارڈ کیا گیا تھا۔
ایوان وقت پینل کرنل ریٹائرڈ اکرام اللہ، رؤف طاہر اور طاہر ملک پر مشتمل تھا۔

ہفت روزہ
ندائے ملت

وزیراعظم آزاد کشمیر

سردار عبدالقیوم خان

ایوان وقت میں

وزیراعظم آزاد کشمیر سردار عبدالقیوم خان سے گفتگو کا آغاز عالمی سطح پر مسئلہ کشمیر کی موجودہ پوزیشن سے ہوا۔ "اس وقت مسئلہ کشمیر پر بڑی طاقتوں کی سوچ کیا ہے، وہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق مسئلے کے حل کی طرف مائل ہیں یا کسی اور "قابل عمل" حل پر اصرار کر رہی ہیں"۔

سردار صاحب کا کہنا تھا۔ "میں سب سے پہلے مسئلے کے ایک اور پہلو کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ہمیں پوری سنجیدگی کے ساتھ یہ جائزہ لینا چاہیے کہ اس وقت مقبوضہ کشمیر میں جو کچھ ہو رہا ہے (مجاہدین جس کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور بھارت جو کارروائیاں کر رہا ہے) اس تناسب سے ہماری کارگزاری کیا ہے۔ گزشتہ دنوں نیول سٹاف کالج کی ایک ٹیم مظفر آباد آئی تو میں نے اس سے بھی یہی بات کہی کہ ہمیں اس فیصلہ کن مرحلے پر پوری بے رحمی کے ساتھ اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ ہماری کسی غلطی سے تو وہاں نقصان نہیں ہو رہا؟ میں پوری دیانتداری کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ ہمیں جس مقام پر ہونا چاہیے تھا ہم اس سے بہت پیچھے ہیں، کشمیر موومنٹ کے لئے ہماری امداد (مالی، مادی، سفارتی اور اخلاقی) اتنی نہیں جتنی ہونی چاہیے"۔

سوال...... ایک رائے یہ ہے کہ جنرل ضیاء الحق کے دور میں تمام تر توجہ افغان مسئلے کی طرف دی گئی اور مسئلہ کشمیر مسلسل سرد خانے میں پڑا رہا؟

جواب...... ضیاء الحق سے سیاسی اختلافات اپنی جگہ......لیکن یہ اعتراف کرنا پڑے گا کہ ضیاء الحق کے زمانے ہی میں وہاں موجودہ کشمیر موومنٹ کی داغ بیل پڑی اور انہوں نے بہت مہارت اور ہوشیاری کے ساتھ اسے آگے بڑھایا۔ وہ کشمیر پر بہت ''کمٹڈ'' تھے میں ان کی وفات سے پانچ دن پہلے ۱۲ اگست کو ایک بجے تک ان کے ساتھ رہا اس ملاقات میں جو باتیں ہوئیں یہ ان کے اظہار کا موقع نہیں۔ بس میری طرف سے یہ بات لکھ لیں کہ ضیاء الحق کے بغیر موجودہ کشمیر موومنٹ کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ بات چلی ہے تو میں یہ کہتا چلوں کہ مسئلہ کشمیر کے حوالے سے نواز شریف اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی بھی اپنی اپنی افادیت ہے۔ نواز حکومت نے بھی اس سلسلے میں قابل قدر کام کیا۔ میاں صاحب کو یہ ''ایڈوانٹیج'' حاصل ہے کہ وہ کشمیری النسل ہیں۔ بھارت مسئلہ کشمیر پر، پنڈت جواہر لال نہرو کے کشمیری النسل ہونے کا فائدہ اٹھاتا رہا۔ میڈم کا ایڈوانٹیج یہ ہے کہ خاتون ہیں مغرب کی پڑھی لکھی ہیں۔ وہاں ان کی بات پر کان دھرا جاتا ہے۔ میں نے ایک ملاقات میں ان سے کہا تھا کہ وہ مسئلہ کشمیر پر اپنی کرشماتی شخصیت کو کیش کرائیں۔ ہماری بدقسمتی یہ رہی کہ یہاں ایسی حکومتیں بھی آئیں، جو کشمیر پر خود بھی کنفیوژن کا شکار تھیں۔

ایک وقت میں یہاں یہ خیال بھی موجود تھا کہ آزاد کشمیر کو پاکستان میں باقاعدہ شامل کر لیا جائے۔ یہ سراسر شکست خوردہ ذہنیت تھی۔

میں نے یہاں کے ارباب اختیار سے کہا ہے کہ بیرون پاکستان، کشمیر پر ہماری کومٹ منٹ واضح ہونی چاہیے اسے حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی بنیاد پر تقسیم نہیں ہونا چاہیے۔ اسی طرح پاکستانی سفارت خانوں کے کردار کو بھی موثر بنانے کی ضرورت ہے۔ انہیں وہاں کسی پارٹی کی نہیں بلکہ پاکستانی قوم کی نمائندگی کرنی چاہیے۔ یہاں یہ اعتراف نہ کرنا زیادتی ہوگی کہ بیرون پاکستان، مسئلہ کشمیر کو زندہ کرنے میں اوورسیز پاکستانیوں اور کشمیریوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ برطانیہ کی لیبر پارٹی کی کشمیر پر تازہ قرارداد میں انگلستان میں مقیم کشمیریوں اور پاکستانیوں کے کردار سے انکار ممکن نہیں۔ پاکستانی سفارتخانوں کے مقابلے میں بھارتی سفارت خانوں کی کارکردگی اس حوالے سے،کہیں زیادہ قابل ذکر ہے جو اپنے کمزور کیس کو

بھی بڑی مہارت سے پیش کرتے ہیں۔ آپ کشمیر کو ایشیا کا بوسنیا کہہ سکتے ہیں۔ لیکن بھارت بڑی کامیابی کے ساتھ اپنے مظالم "کیموفلاج" کر لیتا ہے۔ وہ کشمیر موومنٹ کو بنیاد پرستی اور علیحدگی کی تحریک باور کراتا ہے اور مغرب ان دونوں حوالوں (بنیاد پرستی اور علیحدگی پسندی) سے بہت الرجک ہے۔ وہ دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت اور سیکولر سٹیٹ ہونے کے دعوے سے بھی فائدہ اٹھاتا ہے۔

سوال...... ذرائع ابلاغ کے جدید دور میں کوئی بھی ملک، اپنی تمام تر فنی مہارت کے باوجود، دنیا کی آنکھوں میں کب تک دھول جھونک سکتا ہے؟

جواب...... جی ہاں! یہ بات درست ہے مغرب کے رویئے میں واضح تبدیلی نظر آ رہی ہے۔ کشمیریوں سے ہمدردی اور بھارتی مظالم کے خلاف احتجاج کی صدائیں وہاں سے اٹھ رہی ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی مغرب کی یہ بھی خواہش ہے کہ کشمیر پاکستان کے ساتھ نہ ملے کیونکہ اس سے پاکستان زیادہ مضبوط ہو گا۔ امریکی حکومت کشمیر کی صورتحال پر سخت تشویش کا اظہار کرتی ہے اور وہ مسئلہ کشمیر کے حل کو اپنی عالمی ذمہ داریوں میں شمار کرتی ہے۔ وہ اس مسئلے کی موجودگی میں "نیوکلیر تھریٹ" بھی محسوس کرتی ہے۔

سوال...... تو وہ اس مسئلے کا حل کیا تجویز کرتے ہیں؟

جواب...... مسئلے کا کوئی ایسا خاص حل موجود نہیں جس پر سب متفق ہوں۔ لیکن اس کے حل کی ضرورت سبھی محسوس کرتے ہیں۔ یہ احساس بھی موجود ہے کہ اس مسئلے پر پاک بھارت جنگ چھڑ گئی، تو دونوں میں سے کوئی بھی فتح یاب نہیں ہو گا۔ اس لئے مسئلے کا حل سیاسی ہونا چاہیئے۔ یہ فوجی نہیں ہو سکتا۔ میں کئی سال سے یہ تجویز پیش کر رہا ہوں کہ دونوں طرف کی کشمیر لیڈر شپ کو (اس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں) باہم مل بیٹھنے کا موقع دیا جائے۔ تاکہ وہ مسئلے کا قابل عمل اور قابل قبول حل تلاش کر سکیں۔ جہاں تک پاکستان اور بھارت کا تعلق ہے، انہوں نے اپنی اپنی جگہ بہت ہارڈ پوزیشن لے رکھی ہے جس سے ادھر ادھر ہونا کسی کے لئے ممکن نہیں۔

سوال...... ہم مسئلہ کشمیر کے حل کی بات کر رہے تھے کہ اس وقت کس کس سطح پر کون کون سے حل زیر بحث ہیں؟

جواب...... مختلف سطحوں پر بہت سے حل زیر بحث ہیں لیکن کوئی بھی ان میں سے کسی بھی

حل کو روبہ عمل لانے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔ ایک آپشن تو وہی تھرڈ آپشن ہے جس کا شور تو بہت سننے میں آتا ہے لیکن اس کی کوئی واضح تصویر کہیں بھی موجود نہیں۔

دوسرا آپشن ریاست کی تقسیم کا ہے، تیسرا آپشن یہ ہے کہ سارے کشمیر کو ٹرسٹی شپ میں دے دیا جائے اور اس کے بعد وہاں استصواب رائے ہو۔ چوتھا آپشن یہ ہے بھارت اور پاکستان دونوں مل کر کشمیر پر حکومت کریں۔ (یہ وہی تجویز ہے جو ایک موقع پر شیخ عبداللہ بھی لے کر آئے تھے) ایک اور آپشن یہ ہے کہ ریاست کے ہندو اکثریت علاقے کو چھوڑ کر مسلم اکثریت کے باقی علاقے کو اس شرط کے ساتھ آزاد کر دیا جائے کہ وہ دس سال تک پاکستان کے ساتھ نہیں ملے گا۔ اسی طرح کے کئی اور آپشن بھی زیر بحث رہتے ہیں...... "تھرڈ آپشن" کی بات اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ قابل فہم ہے۔ اسے دنیا میں "سیل" کرنا بہت آسان ہے۔ جو بھارت اور پاکستان میں فریق نہیں بننا چاہتی اور اپنی مصلحتوں کے ساتھ اس کے لئے یہ موقف اختیار کرنا آسان ہے کہ کشمیر، نہ پاکستان کا، نہ بھارت کا...... بلکہ آزاد و خود مختار کشمیر۔ مجھ سے جس نے بھی اس کے متعلق پوچھا، میرا یہی جواب تھا کہ یہ بات مجھ سے نہیں، بلکہ بھارت سے پوچھو۔ اس صورت میں خود اس کے لئے جو مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے کیا وہ اس کے لئے تیار ہے۔ کیا وہ ۱۹۴۷ء کی تقسیم کو "ری ڈیفائن" کرنے پر آمادہ ہے اور کیا اقوام متحدہ مسئلہ کشمیر پر اپنی قرارداد واپس لینے پر تیار ہے جس میں کوئی تھرڈ آپشن نہیں، بلکہ دو ہی آپشن ہیں۔ کشمیر کا الحاق پاکستان کے ساتھ یا بھارت کے ساتھ؟

سوال...... آپ کے خیال میں آخر کار "عالمی رجحان" کیا بنے گا؟

جواب...... عالمی رجحان بنانے میں کئی عوامل کارگر ہوں گے۔ اس کا انحصار ہماری صلاحیت اور حکمت عملی پر بھی ہے اور کشمیر موومنٹ پر بھی۔ ہمیں اس مسئلے کے حوالے سے ابھرتے ہوئے "نیوکلیر تھریٹ" کو بھی بڑی مہارت کے ساتھ ایکسپلائٹ کرنا چاہئے۔ نگران وزیراعظم معین قریشی کی یہ بات ساری دنیا میں توجہ کے ساتھ سنی گئی کہ اس خطے میں نیوکلیر اور کشمیر ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں۔ رجحان سازی کے اس عمل میں فارن آفس کا رول بھی بہت اہم ہے۔ میں دو قومی اداروں کو پارٹی پالیٹکس سے بالاتر رکھنے پر زور دیتا آرہا ہوں ایک فارن آفس اور دوسرا آرمی...... میں سمجھتا ہوں کہ فارن آفس کو حقیقی معنوں میں اپنے قومی مفادات کا محافظ اور ترجمان بنانے کے لئے یہ پابندی ضروری ہے کہ اس کا کوئی

آدمی ریٹائرمنٹ کے بعد کسی غیر ملکی ادارے میں ملازمت نہیں کرے گا۔ موجودہ صورت میں فارن سروس کے کارپردازان کے آخری برس زیادہ تر ان غیر ملکی اداروں کے لئے خود کو قابل قبول بنانے میں گذر جاتے ہیں۔ اس طرح آرمی میں بھی کچھ عرصے سے رجحان پروان چڑھ رہا ہے کہ لوگ ریٹائرمنٹ سے پہلے مختلف سیاسی جماعتوں سے ربط و ضبط شروع کر دیتے ہیں۔ آرمی کو سیاست سے بچانے کے لئے یہ پابندی عائد کرنا ضروری ہے کہ اس کا کوئی ریٹائرڈ افسر کسی سیاسی جماعت میں جائے گا اور نہ کوئی حکومتی عہدہ قبول کرے گا۔

سوال...... موجودہ حکومت کی کشمیر پالیسی کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

جواب...... سچی بات یہ ہے کہ مجھے تو یہی معلوم نہیں کہ اس حکومت کی کوئی کشمیر پالیسی بھی ہے اور اگر یہ ہے بھی تو تضادات کا شکار ہے۔ بھارت کو موسٹ فیورٹ نیشن قرار دے کر اس سے کھلی تجارت کا اعلان اس سلسلے کا تازہ اور سنگین ترین تضاد ہے اس قسم کے تضادات کو دور کرنا چاہئے۔ رابطہ عالم اسلامی نے مسئلہ کشمیر کے حل تک، بھارت کے اقتصادی بائیکاٹ کی قرارداد منظور کی، اس میں کچھ کنٹربیوشن میرا بھی تھا، پھر او آئی سی نے اسی سے ملتی جلتی قرارداد منظور کی۔ آپ بتائیں کہ بھارت کو موسٹ فورٹ نیشن کا سٹیٹس دینے کے بعد آپ دوسرے ملکوں سے اس قرارداد پر عملدرآمد کا مطالبہ کیسے کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ خارجہ پالیسی میں انہی تضادات کی وجہ سے پاکستان کے روایتی دوستوں کی تعداد بھی کم ہوتی جا رہی ہے۔

سوال...... آزاد کشمیر کو تحریک آزادی کشمیر کا بیس کیمپ قرار دیا جاتا ہے۔ آپ بتائیں گے کہ آپ کی حکمرانی کے مختلف ادوار میں اس کے عملی تقاضے کس حد تک پورے کئے گئے؟

جواب...... ہم نے الحاق پاکستان کے نعرے اور نظریئے کو باقاعدہ مہم بنا دیا اور یوں نظریاتی بنیادوں پر ایک اہم خدمت انجام دی۔ پھر ہم نے بھٹو دور میں کشمیر کو پاکستان کا صوبہ بنانے (اور یوں اس مسئلے کو ہمیشہ کے لئے سرد خانے میں ڈال دینے) کی جس طرح مزاحمت کی اس کی جو قیمت ہمیں ادا کرنا پڑی وہ اہل پاکستان کو بھولی نہ ہوگی۔

سوال...... سردار صاحب! ا ذرا تلخ سی بات...... مختلف حلقوں کی طرف سے عائد ہونے والے مالی نوعیت کے الزمات......؟

جواب...... اس میں تلخی کی کیا بات ہے؟ لیکن آپ بتائیں کہ کیا کرپٹ لیڈر سیاست میں اتنی دیر اور اتنی دور تک چل سکتا ہے۔ خصوصاً جبکہ آپ کی وفاقی حکومتیں بھی اس کے خلاف

ہوسٹائل رہی ہوں۔ آپ شاید بھول گئے ہوں گے کہ چار مرتبہ میرا محاسبہ کیا گیا، تین بار تو گرفتار بھی ہوا۔ نچلی سطح پر خرابیوں سے انکار تو شاید کسی کے لئے بھی ممکن نہ ہو لیکن ہائی لیول پر کسی قسم کی کرپشن سے میں مکمل طور پر انکار کرتا ہوں۔ ۱۹۴۷ء میں میری جتنی جائیداد تھی اب تک اس میں کمی ہوئی ہے اضافہ نہیں ہوا۔ کوئی سیاسی سسٹم بھی جنت سے نہیں آیا۔ پاکستان میں جتنا گند ہے۔اس حساب سے دیکھیں تو آزاد کشمیر معصوم لوگوں کا خطہ ہے۔

سوال...... بہت سی شکایات سردار عتیق کے طرز عمل سے پیدا ہوئی ہیں۔ صدر سردار سکندر حیات خان بھی ان سے نالاں نظر آتے ہیں؟

جواب...... سردار عتیق میرا بیٹا ہونے کے علاوہ ایم ایل اے بھی تو ہے۔ اسے مسلم کانفرنس کا ٹکٹ دینے کی حمایت بھی مجھ سے زیادہ خود سکندر حیات صاحب نے کی تھی۔ لیکن ایک بات میں واضح کر دوں کہ میں اتنا نالائق نہیں ہوں کہ میرا بیٹا مجھے ڈکٹیٹ کرا سکے۔ جہاں تک سکندر حیات صاحب کا تعلق ہے، میں متعدد بار کہہ چکا ہوں کہ اگر کوئی لڑائی ہے بھی تو میری طرف سے نہیں......میں اب بھی ان پر اعتماد کرتا ہوں۔ جہاں تک کبھی کبھار میری حکومت کی کارکردگی پر ان کی تنقید کا تعلق ہے، تو وہ خود بھی پرائم منسٹر رہے ہیں، شاید وہ اس حوالے سے موازنہ کرتے ہوں تو انہیں میری کارکردگی میں کوئی نقص نظر آتا ہو۔

سوال...... سردار صاحب! اب پھر کشمیر کی طرف...... آپ کشمیریوں کا مستقبل کیسا دیکھتے ہیں؟

جواب...... مجھے سو فیصد یقین ہے...... وہ جسے حق الیقین کہتے ہیں کہ کشمیر کو آزاد ہونا ہے، مجھے اس میں شک ہوتا تو میں ایک لمحہ کے لئے بھی یہ منافقت نہ کرتا۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آزادی کا یہ عمل تدریجاً مکمل ہو۔ مجھے اس بات پر بھی سو فیصد یقین ہے کہ پاکستان کے ساتھ الحاق کے سوا کشمیر کا کوئی مستقبل ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر تھرڈ آپشن رکھ بھی دیا جائے تو کشمیریوں کی عظیم اکثریت پاکستان کے حق میں ووٹ دے گی۔ یہی حقیقت بھارت کی طرف سے کشمیر میں استصواب رائے کو قبول کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

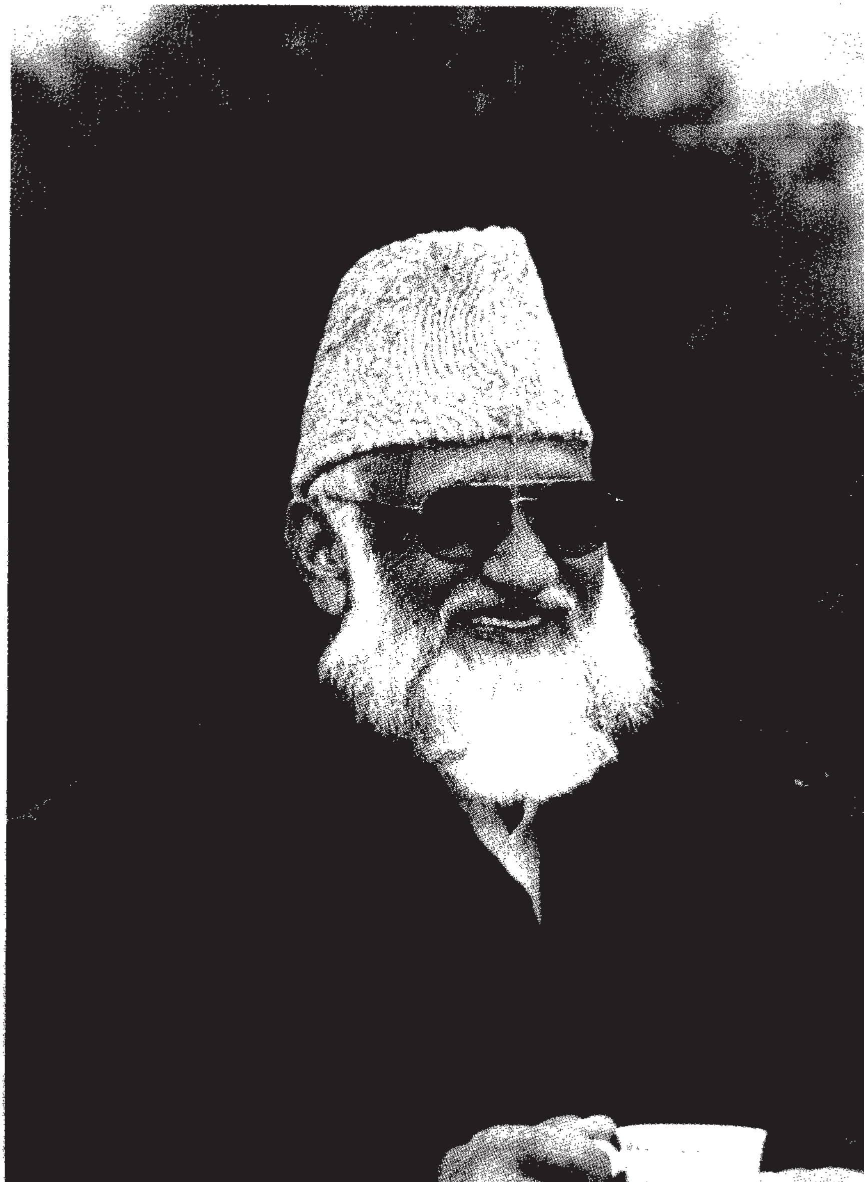

وزیراعظم آزاد جموں و کشمیر مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان خوشگوار موڈ میں

۹ جنوری ۱۹۹۶ء کے انگریزی روزنامہ "دی نیشن" اسلام آباد کا اداریہ نوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
The Nation
TUESDAY, JANUARY 9, 1996

Qayyum's 'mock trial'

If the purpose of inviting Sardar Qayyum to Zee TV's 'mock trial' was to embarrass the veteran campaigner with loaded questions and uncharitable remarks, the drill has failed to produce the desired results. The 'accused' turned out to be smarter than the 'prosecutor' and did not let himself be projected as a promoter of terrorism. "We do not endorse use of violence as a desirable means of struggle and firmly believe in the political settlement of the Kashmir dispute, but we are fighting for freedom," the Sardar told a questioner. It is the birthright of every Kashmiri, whether he belongs to Azad Kashmir or Occupied Kashmir, to use the soil of the state for helping the cause, he said. Sardar Qayyum denied the existence of 'training camps' for Kashmiri freedom-fighters in Azad Kashmir, and categorically stated that the Azad Kashmir government was neither training nor arming the freedom-fighters in the Valley, albeit he did not disguise his urge to turn Azad Kashmir into a base camp for the liberation of Kashmir. Debunking New Delhi's favourite theme of 'sponsorship of terrorism from across the border', which the high profile 'prosecutor' in the mock trial tried to rub in during his 'cross examination' and suggested that India

could also pay Pakistan in the same coin, Sardar Qayyum ridiculed India's self-righteous posture on the terrorism question. Has India not done it already, in the break up of Pakistan in 1971 and now in Karachi and elsewhere in Pakistan, he said.

The 'charge-sheet' against Sardar Qayyum, obviously tutored by Indian intelligence agencies, was less of a personal nature and more an attempt to discredit the office he holds and the cause he represents. He was labelled as 'Islamabad's puppet', a mere 'showboy' assigned to keep the fiction of Azad Kashmir's 'separate identity' alive, and was sarcastically asked to show the difference between 'free' Kashmir and 'Occupied Kashmir'. If governments in Azad Kashmir are installed and removed to suit Islamabad's convenience, how can you claim to be an authoritative Prime Minister, was the upshot of the opening assault by the 'prosecutor'. The ISI phobia was so markedly evident in the cross-examination that the Azad Kashmir Prime Minister was also seen as a 'henchman' of the Intelligence agency, who took his orders from what the Indians seem to think is the omnipotent decision-maker on Kashmir policy. It was indeed refreshing to see the 'First Warrior' keep his cool and register his remarkable ability to argue his case with fortitude in a hostile environment. To the millions of Indian viewers who must have watched the programme on their favourite channel, Sardar Qayyum's performance was an anti-climax to his projected image of a 'die-hard fanatic' and a 'trigger-happy terrorist'. He may not have succeeded in dispelling New Delhi's propaganda about Azad Kashmir, but he was certainly able to put across the message that he, unlike New Delhi's surrogates in Occupied Kashmir, was a man of conviction, a leader of political stature, and far from being anybody's stooge.

۲۱ جنوری ۱۹۹۶ء کے انگریزی روزنامہ "دی نیشن" اسلام آباد میں مشہور صحافی مشاہد حسین کا تجزیہ

Sardar Qayyum's Plain Speaking on Kashmir

The Nation

Most Pakistanis and Kashmiri viewers would have been surprised to see Azad Kashmir Prime Minister Sardar Qayyum Khan appearing on a popular programme of India's "Zee TV", and the pleasure of his performance on Indian television raised not only the prestige of Pakistan but also provided an intellectual and moral fillip to Kashmiri freedom fighters.

In a way, there should not have been that much of a surprise on the performance of Sardar Qayyum, because he, after all, is quite an experienced politician with reference to Pakistani politics, but whose actual political base remains Azad Kashmir. Interestingly, Sardar Qayyum's background and his role are quite similar to that of Rauf Denktash, the articulate spokesman of Turkish Cypriots, who is also President of the Turkish Republic of Northern Cyprus. An Ambassador of Turkey to Pakistan once remarked: "I wish we could have had Rauf Denktash as Prime Minister of Turkey, rather than just being confined to leadership of Kibris."

Ever since the popular, widespread, spontaneous and indigenous insurgency began in Kashmir some six years ago, Sardar Qayyum has served as Pakistan's principal

international "calling card" on the Kashmir issue and he is an indefatigable campaigner for Kashmiris' rights. In the last couple of years, when the Pakistani government and even most of the intelligentsia have been defensive on Kashmir, Sardar Qayyum has chosen to play on the front foot on the Kashmir issue, and that too on a television programme that must have been watched by millions of viewers in South Asia.

Regretably, more so in the past couple of years, some basic planks of Pakistan's long-standing Kashmir policy have been slowly but systematically undermined, through a combination of deliberate neglect, apathy, loss of political will and general bureaucratic ineptitude. For example, while the centrepiece of Pakistan's Kashmir policy was an undiluted insistence on upholding the right of self-determination for the Kashmiri people which has been enshrined in successive United Nations resolutions that were passed with the concurrence of not only just India and Pakistan but also the United States, there is a sad spectre of Pakistan's own Foreign Minister publicly talking of "at least six options" to resolve the Kashmir question, while American authoritative spokespersons on South Asia now lament that these UN resolutions have been overtaken by "history".

This is ironical, given the fact that history has returned to haunt major crisis areas with US policy being pushed on the basis of a legitimacy grounded in history, the most important example being demolition of the Berlin Wall and collapse of communism in Eastern Europe and Russia, restoration of Black majority rule in South Africa and establishment of a Palestinian entity in the Middle East. In fact, the current American efforts spearheaded by none other than Secretary of State, Warren Christopher, to break a peace accord between Israel and Syria are premised primarily on Israeli willingness to end its 29-year-old occupation of the Golan Heights and return

these to Syrian control. If 74 years of communism, 50 years of apartheid or nearly 30 years of Israeli occupation of Palestinian territory cannot be overtaken by history, and there can be efforts under American sponsorship to reverse what has been universally acknowledged as a wrong, then why is the same principle not applicable to India's occupation of Kashmir, more so, when the Kashmiri people themselves have rejected this occupation at tremendous human cost.

Then there is the question of Pakistan's support for Kashmir liberation struggle, which is qualitatively no different from Pakistan's support for the Afghan Mujahideen with only one slight variation that Pakistan's Afghan policy had American backing and the scale of Pakistani support for the Afghan Mujahideen was probably hundred times greater than that given to the Kashmiri freedom fighters.

By virtually acquiescing to this charge of "terrorism" which has been inflicted on Pakistan by the West, Pakistan has not only backtracked on support for the Kashmiri freedom struggle, but it is probably for the first time that a country is being charged by the United States for engaging in "terrorism" on an issue where American lives were neither involved nor affected. In other cases where the terrorism charge has been inflicted against countries in the Middle East or those like North Korea or Cuba, that charge has been invariably linked to the consequences of terrorism impacting on American lives in those particular regions.

Another aspect of the rollback of Pakistan's position on Kashmir is that somehow, both internationally as well as among sections of the intelligentsia in Pakistan, the positions of Pakistan and India are equated as if the Indian occupation of Kashmir, which is long-standing, is morally

as repugnant as, say, Pakistani support for Kashmiri resistance to that occupation, which is a recent phenomenon going back nearly six years. It is almost like saying that those who commit the crime of rape are as bad as the victim, since the victim acquiesced to the crime !

The cumulative result of this absence of a coherent Kashmir policy, which is a combination of spinelessness, apathy and incompetence, is that Pakistan is no longer in a position to internationalise the Kashmir question and, by and large, the Indian position on Kashmir is being upheld to the extent that India's plan for an election in Occupied Jammu and Kashmir around the end of March 1996, prior to its general elections in April 1996, is being accorded a credibility and legitimacy as if these elections would be a substitute for the long-promised but still-denied plebiscite under the United Nations auspices.

It is in this context that Sardar Qayyum's replies to Zee TV's aggressive questions were such a whiff of fresh air in an environment where the government is apologetic even on Kashmir or what passes for a policy on Kashmir. What did Sardar Qayyum say on Zee TV which was different from the position adopted by Pakistani official spokesman an international fora? He was upfront and open on Kashmir, and he gave a well-reasoned exposition of Pakistan's stand, with argument and logic which should normally be appplied since these are effective tools in promoting Pakistan's view.

Asked about Pakistan's support for the Kashmiri freedom struggle, Sardar Qayyum said, "I do not train Kashmiri militants but if anyone wants to use our soil for training he can do it, because the Kashmiris are free to move between the divided Kashmir. We want to make our part of divided Kashmir as a base camp for the Kashmiris. But the Government of Pakistan forbids us," adding,

without batting an eyelid, that "I would have fought the liberation movement in Indian-held Kashmir if I was any younger today".

Countering allegations levelled by the interviewer regarding outside support to the Kashmiri freedom struggle, he gave a very pertinent answer rooted in history: "Even if there is outside support to Kashmiri Mujahideen, it is on a reciprocal basis. East Pakistan was separated from West Pakistan because of Indian interference. And now India is promoting terrorism in Karachi as well." Such candid and bold assertions are more effective in promoting Pakistan's perspective on Kashmir and the Kashmiri freedom struggle than the Pakistan Government's spokes-man who mostly waffle, lacking both in clarity and conviction.

Given this interview of Sardar Qayyum on Zee TV and the fact that Kashmir is again on the frontburner as an issue engaging the attention of the US Administration, which, after endeavouring to settle contentious and longstanding issues like Palestine, Bosnia and Northern Ireland, is now turning its focus on Kashmir, there is need for Pakistan to ensure that our policy on Kashmir does not go the way of, say, the bungling in Afghanistan where 15 years of Pakistan's human and material investment have just gone down the drain.

Three aspects are pertinent in this regard. First, as far as India goes, more than any time in the last 49 years since the achievement of independence by India and Pakistan, the United States has great economic, political and military leverage over India. The US provides almost $200 million in annual economic assistance to India, while India gets approximately $2 billion annually from the World Bank which is also with US official concurrence. US private investment in India runs into billions of dollars. Therefore,

Pakistani pressure on the United States to use its clout with India on Kashmir must escalate to Pakistan's advantage. Otherwise, Pakistan will be facing the duplicity and double-standards of 1971, when in the words of Dr. Henry Kissinger in his memoirs *White House Years*, in 1971, "the State Department was eloquent in arguing that no binding obligation existed to support Pakistan" and the State Department made it clear that the 1959 bilateral agreement between the US and Pakistan was "intended to exclude any India-Pakistan war. State simply ignored all other communications between our government and Pakistan".

Kissinger's reference to "all other communications" is cryptic and is not specific, while such specificity has now been provided by former Soviet Ambassador to the United States, Anatoly Dobrynin who makes a major revelation about the 1971 Bangladesh crisis in his book *In Confidence,* which again confirms the duality of the American approach on a crisis involving an old ally like Pakistan when the public position of the State Department was being privately contradicted by none other than Preisdent Nixon. Dobrynin writes: "In a clear attempt to pressurise both the Soviet Union and India, Nixon made an extraordinary disclosure to the Soviet leadership. Confidentially, he had Kissinger inform us that there was a secret protocol in the agreement between the US and Pakistan (drafted under the Kennedy administration and handed to then President Ayub Khan by the US Ambassador on November 5, 1962) saying that the American government would support Pakistan against Indian aggression."

Secondly, Pakistan should not do on Kashmir what Pakistan did on the nuclear issue when it unilaterally capped the nuclear programme in 1989 without getting any *quid pro quo* from either India or the United States and in the process, the government even lied to the people of

Pakistan that it was publicly maintaining that the nuclear programme is still on course.

Finally, the January 8, 1996 issue of *The Times of India* which carried a frontpage report of Sardar Qayyum's interview to Zee TV also referred to reports that Sardar Qayyum might be invited to a Five-Nation Conference on Kashmir to be convened by former US President Jimmy Carter in New Delhi under the sponsorship of the United States Institute of Peace. It would be, therefore, in the fitness of things that the government give Sardar Qayyum the lead to spearhead Pakistan's Kashmir policy so that in any negotiations, Pakistan's perspective may not go by default as it has done on such areas as Afghanistan or the nuclear question.

انگریزی روزنامہ "دی نیشن" اسلام آباد میں ۲۶ جنوری ۱۹۹۶ء کو شائع ہونے والا کالم

Zee brings Sardar Qayyum to Adalat

The Nation

It was during the early winter of 1970 that a Fokker of Indian Airlines, Ganga landed at Lahore airport. The plane was on a domestic flight from Delhi to Srinagar and was 'Hijacked' by two Kashmiri freedom-fighters' to Pakistan. The news was telecasted by PTV and the masses showed jubilation over the effort of the freedom fighters.

Later in the night the plane was set ablaze in the middle of the night by the 'hijackers', and its coverage was instantly shown on PTV while people rejoiced and danced.

Most of the national leaders also issued statments, favouring hijacking but the only man who termed this act as a drama and a plot against Pakistan, was Sardar Abdul Qayyum Khan the present Prime Minister of Azad Jammu and Kashmir. The events which unfolded later, truly proved that hijacking was nothing but a plan fabricated by Indians to put a stop to the Pakistani planes flying over the Indian border towards East Pakistan. This was prelude to Indo-Pakistan war of 1971 that followed by the subsequet creation of Bangladesh.

The advocacy of cause of Khasmir as far as government and its spokesmen are concerned, have remained rigorously lopsided and with no sense of direction. The only man who is remained at one point agenda, is Khan Abdul Qayyum Khan, the Prime Minister of Azad Jammu and Khashmir who recently appeared on Zee Tv's *Aap ki Adalat*, compered by Rajat Sharma.

Rajat Sharma who is carrying a repetition of being a very shrewd person. He does a lot of homework before coming to the crease. He asks biding question and doesn't *hesitate even to ask embarrassing questions. But in Aap ki Adalat* his questions were given befitting replies and the ball of embarrassment, more than often, landed in the court of Rajat Sharma. The judge who monitored the whole discussion, in the end gave a very equivocal decision which meant nothing. The details of two-episode long cross-examination can not be enumerated here but on behalf of the Pakistani nation and all the Muslims of the sub-continent, I must congratulate Sardar Abdul Qayyum Khan for his heroic performance. This interview may have some other aspects also.

Was this interview or for that matter court like proceedings were meant to please Pakistani and Kashmiri Muslims? Did Zee TV want to annoy its own Hindu viewership and clintele? It is difficult to answer all these qeustion yet one thing is clear that Zee TV, unlike PTV, stands truly for freedom of speech and expression. It is truly democratic while the PTV is under democratic dictatorship.

Zee TV office attacked by Shev Sena activists

DAWN

The Zee Teevesion's office based at New Delhi was attacked by a group, claiming to represent "Shev Sena" on Monday.

According to the Zee TV, attackers damaged the office record and threatened to kill Zee's chief executive Rajat Sharma. They were protesting against an interview of Azad Kashmir Prime Minister Sardar Mohammad Abdul Qayyum Telecast by the Zee TV in its programme "Aap ki Adalat' on Sunday.

The Zee TV administration has declared it as an attack of freedom of Press.

(APP)

۷ جنوری ۱۹۹۶ کو "ٹائمز آف انڈیا" میں زی ٹی وی پر
مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کے انٹرویو پر نشر ہونے والی خبر کا متن

No Military Solution to J&K Problem, Says PoK premier

Sardar Mohammed Qayyum Khan, "prime minister" of the Pakistan-occupied Kashmir (PoK), today ruled out a military solution to the Kashmir tangle and said it should be resolved politically and peacefully through negotiations.

He, however, justified "blessing" the insurgency in Jammu and Kashmir and said it would continue "as long as atrocities (by Indian authorities) will continue." He chided himself for being a *nalayak* (worthless) who, being old, could not fight along with the insurgents and mercenaries who had already scored a success in Afghanistan.

Denying that there were any training camps for the terrorists in the PoK, Mr Khan justified the territory being used for the logistic support. "I do not apologise for this," he said while appearing in the *Aap Ki Adalat* programme of Zee TV.

Mr Khan's aggressive replies during his "cross examination" by "public prosecutor" Rajat Sharma were on the expected lines. But the programme's telecast by an international satellite television network assumes significance in the light of speculative reports that Mr Khan might be coming here as part of preparations for a five-nation conference on Kashmir to be convened by former US president Jimmy Carter.

The conference is sponsored by an institute funded by the US state department and the government of India has rejected the participation more than once on the ground that it does not accept any third party intervention in a strictly bilateral matter.

Official sources denied that Mr. Khan would be granted a visa but there had been pressures on India from international quarters to allow him in and that India accept the idea of the conference. The projected visit has already been welcomed by Panthers Party chief Bhim Singh who said it would facilitate the "reunification" of Kashmir and the Vienna conference.

The ministry of home affairs has opposed any move to grant him the visa, but elements within the Prime Minister's Office (PMO) are learnt to be keen on a visit in the name of facilitating transparency in handling of the Kashmir affairs.

Mr. Khan was introduced to the "court" and the audience as "prime minister of Azad Kashmir which, in India, is known as Pakistan-occupied Kashmir. Mr. Sharma questioned him on the need to repeat the word *azad* when the opinion in the international media was that it was nothing but a "colony" of Pakistan.

Mr. Khan countered this by contending that the province of which he had been the "prime minister" four times was "more independent than many of the provinces of India and Pakistan".

But he admitted to direct and indirect controls of Islamabad and justified the federal arrangement, as contained in a written statute, on the ground that the PoK needed political stability in the absence of which "people

could go the way of Bangladesh." He added, "We should not forget that Azad Kashmir was formed on the basis of its accession to Pakistan".

He denied being a *ghulam* (slave) of Islamabad or that his fourth term like the earlier three, was at the mercy of Pakistani authorities. But then, he never believed that "politics is a pious game, *yeh to kharabiyon ka khel hai* (it is a game of manipulators)".

The man who proudly admitted to being the "first man to pick up the gun" in Kashmir, denied that he had kept his son away from the armed struggle. He said he had his own definition of terrorism, but admitted that a large number of people have been killed. He was keen on a more active support to this process, but was being restrained by Pakistan.

The second part of Mr. Khan's "arraignment" is to continue next Sunday. Mr. Sharma said it had been recorded in Sherjah three weeks ago to give the viewers "the real idea of PoK".

۲۷ جنوری ۱۹۹۶ء کے روزنامہ "جسارت" کراچی میں آزاد کشمیر کے نوجوان قلم کار سید عارف بہار کے کالم "صدائے حریت" کا متن

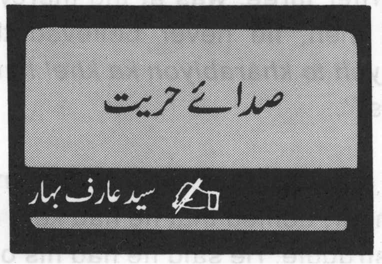

کریڈیبلٹی فولاد نہیں شیشہ ہوتی ہے

آزاد کشمیر کے وزیر اعظم سردار عبدالقیوم خان مسئلہ کشمیر کے حوالے سے عالمی منظر پر ابھر کر سامنے آنے والے چند کشمیری سیاستدانوں میں سب سے آگے ہیں۔ آزاد کشمیر کی حد تک وہ بلاشرکت غیرے مسلمہ راہنما کے طور پر اپنا وجود منوانے میں بھی کامیاب ہوگئے، ملکی سطح پر ان کی یہ حیثیت برسوں پہلے تسلیم کر لی گئی تھی لیکن عالمی سطح پر بھی ان کے بارے میں یہی محسوس کیا جانے لگا ہے۔ زی ٹی وی کے پروگرام "آپ کی عدالت میں" انہوں نے رجت شرما کے سوالوں کے جواب دینے میں کمال مہارت اور سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے کسی معاملے میں دفاعی پوزیشن اختیار کرنے کی بجائے اعتماد سے اپنا کیس بیان کیا۔ آزاد کشمیر میں ان کا دو مرحلوں پر مشتمل یہ انٹرویو بہت توجہ اور انہماک سے دیکھا گیا اور خود بھارت میں بھی اس پر یہ تبصرے ہوئے کہ سردار عبدالقیوم خان بھارت کے خلاف جارحانہ موڈ میں تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نئی دہلی میں شیو سینا کے مسلح افراد نے دوسرے روز ہی زی ٹی وی کے دفتر پر حملہ کیا اور اس انٹرویو کا دوسرا حصہ نہ دکھانے کا مطالبہ کیا۔ سردار صاحب معمول کی زندگی میں بھارت کے بارے میں اس قدر سخت لب و لہجے کا مظاہرہ نہیں کرتے جس کا اظہار انہوں نے "آپ کی عدالت میں" کیا۔ وہ بھارت کی ٹوٹ پھوٹ کے حق میں نہیں۔ دہلی کے لال قلعے پر سبز پرچم لہرانے کے عزائم کے ناقد اور پاک بھارت باہمی گفت و شنید کے حامی اور جنگ کے

کھلے مخالف ہیں اور اپنے ان خیالات کے اظہار میں وہ کسی تضاد گوئی سے کام نہیں لیتے۔ ہمیں سردار عبدالقیوم خان کے انٹرویو کی کامیابی کا اندازہ اسی وقت ہوا تھا جب انہوں نے کشمیر ہاؤس اسلام آباد میں ایک ملاقات میں صحافیوں کو بلا اصرار انٹرویو دیکھنے کو کہا تھا۔ انٹرویو کے دوسرے حصے میں جب سردار صاحب سے صدر آزاد کشمیر سکندر حیات کی چارج شیٹ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یہ بات بھی پورے اعتماد کے ساتھ کہی کہ الزامات سے میری کریڈیبلٹی متاثر نہیں ہوتی۔ سچ تو یہ ہے کہ اس جواب سے ان کی رعایا کو تشفی نہ ہوئی۔ پہلی بات تو یہ کہ کریڈیبلٹی کوئی فولاد نہیں جو پے در پے ضربات سے متاثر نہیں ہوتی۔ اگر کریڈیبلٹی کا مطلب با اعتباری ہے تو یہ بہت نازک اور حساس شے ہوتی ہے۔ کوئی آدمی زندگی میں صرف ایک بار معتبر بھی بنتا ہے اور غیر معتبر بھی۔ اعتبار قائم کرنے کے لئے برسہا برس درکار ہوتے ہیں اور اعتبار کے اٹھ جانے کے لئے چند لمحے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ کسی پر اعتبار قائم ہوتے ہوتے ہی قائم ہوتا ہے۔ لیکن اعتبار کھو دینے کے لئے برسہا برس چاہئیں نہ شب و روز کی محنت۔ یہ حادثہ چند اقدامات اور فیصلوں حتیٰ کہ رویوں سے بھی رونما ہو جاتا ہے۔

آزاد کشمیر بہت چھوٹا خطہ ہے۔ اس کی تراش خراش کے لئے بہت بڑی رقم کی ضرورت نہیں رہتی۔ ماہرین کہتے ہیں کہ بہت مختصر عرصے میں اسے تعمیر و ترقی کے شاہکار کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ آزاد کشمیر کے اس ۲۲ ہزار مربع میل علاقے میں کھربوں روپے کے بجٹ کے باوجود اگر زمین اور تعمیر و ترقی کے نشانات نظر آئیں گے۔ آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد کو پاکستان سے ملانے والی سب سے اہم اور اکلوتی ۲۰ میل لمبی سڑک کوہالہ روڈ اگر برسوں میں تیار نہ ہو پائے گی۔ عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والے صدر، وزیر اعظم سیر کے لئے دارالحکومت آئیں گے اور وزراء کے دفتروں پر موٹے موٹے تالے پڑے رہیں گے۔ بیوروکریٹس فائلیں اٹھا کر ٹی اے، ڈی اے بنانے کے چکروں میں آئے روز اسلام آباد کی جانب دوڑتے رہیں گے۔ لوگ اپنے حکمرانوں کی شکلیں دیکھنے کو ترستے رہیں گے۔ حکمران پارٹی میں جابجا رسہ کشی ہوتی رہے گی اور حکمران پارٹی کا طلبہ بازو معصوم طلبہ کو قتل کرتا رہے گا۔ کرپشن، رشوت کا جادو سر چڑھ کر بولتا رہے گا۔ سکول، پل، ہسپتال، سڑکیں شکست و ریخت کے عمل کا شکار ہوتی چلی جائیں گی اور لوگ انصاف کو ترستے رہیں گے۔ ایک اچھا حکمران عوام کو اچھی حکومت، بہتر انتظامیہ، انصاف، روزگار نہ دے سکے۔ سب کام

آزادی کشمیر کے نام پر ہوں گے اور لوگ اپنے ترقیاتی بجٹ کو بھی اس نام پر قربان کرتے رہیں گے۔ لیکن اس کے باوجود آزادی کشمیر کے کام میں پیش رفت نہ ہوگی۔ الٹا لوگ تعمیر و ترقی سے بھی محروم ہو جائیں گے۔ ایسے میں کریڈیبلٹی تو ضرور متاثر ہوگی کیونکہ کریڈیبلٹی فولاد تو نہیں شیشہ ہوتی ہے۔ انسان تو بہر طور انسان ہوتا ہے وہ کتنا با صلاحیت اور ذہین ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ شیشوں کا مسیحا نہیں بن سکتا۔ شیشہ ٹوٹ جائے تو وہ کرچی کرچی ہو کر بکھر جاتا ہے۔ سردار صاحب کو برسوں سے قائم اعتماد کے شیشے کا خیال رکھنا چاہیے۔

مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کے زی ٹی وی پر نشر ہونے والے انٹرویو پر
۸ جنوری ۱۹۹۶ء کے "دی نیشن" اسلام آباد میں شائع ہونے والی خبر کا متن

Qayyum strongly defends Kashmir cause on Zee TV

By Khalid Qayyum

Islamabad – Prime Minister of Azad Kashmir Sardar Abdul Qayyum bowled out the Indian audience by defending free movement between the divided Kashmir as the "birthright" of a Kashmiri given by the United Nations.

In an unfinished innings on Sunday veteran Kashmiri politician Sardar Qayyum faced the Indian offensive on the front foot and did not back out once from the Kashmir cause during halfhour interview on "Aap Ki Adalat" aired by Indian satellite channel Zee TV. He will resume the innings next week as the interview that was recorded in Sharjah was cut to two parts.

Wearing a white beard the seventy two years old Kashmiri Sardar appeared confident throughout the show and at times won appreciation from the audience for his offensive hard hitting innings. "I would have fought the liberation movement in Indian held Kashmir if I was any younger today" he successfully hooked the bouncers when the interviewer charged him of promoting terrorism in Kashmir.

"I strongly condemn terrorism and believe that Kashmir issue could be solved only through peaceful political means. But what if your mothers and sisters are

being raped and killed. The Kashmiris have been forced into liberation movement. Even if there was any militancy in occupied Kashmir then kill the militants and not the civilians", he said.

He denied the impression that Pakistan was providing weapons (AK-47 and Grenades) to the Kashmiri Mujahiddin. "Give me money and I will get you arms used by Indian army. Arm dealers throughout the world are prepared to provide arms at doorsteps. All they need is money" he pointed. "Even if there is outside support to Kashmiri Mujahiddin it is on reciprocal basis. East was separated from West Pakistan because of Indian interference. And now India is airing terrorism in Karachi as well" he added.

While charging him further of promoting terrorism the compere asked him why did he pick up gun for the first time in Kashmir. "This was not for personal motives. The liberation movement was forced upon us" was his simple reply while denying he formed any terrorist group in 1968 with the help of Pakistani ISI.

He further denied that there were camps in Pakistan part of Kashmir where Kashmiri militants were trained. "We want to make our part of divided Kashmir as base camp for the Kashmiris. But government of Pakistan forbids us", he defended the government of Pakistan.

"I do not train Kashmiri militants, but if anyone wants to use our soil for training he can do it because Kashmiris are free to move between the divided Kashmir" he went on to say.

Sardar Qayyum played the first half of his interview defensively as the questions charged the government of Azad Kashmir as a puppet to government of Pakistan.

"There is more freedom for people in Azad Kashmir than the provinces in Pakistan". He denied that government of Pakistan imposed chief secretary and IG police in Azad Kashmir. "The appointment is always made on the recommendation of Azad Kashmir government. I once sacked the chief secretary appointed by Zulfiqar Ali Bhutto (former Pakistan prime minister)", he said.

He said it was by mutual agreement that some areas of governance, such as foreign affairs, defence and currency were transferred to Pakistan to keep an atmosphere of understanding between the two governments. Otherwise East Pakistan situation would be created again, he added.

When insisted by the interviewer that Azad Kashmir government always found it difficult to survive without the consent of Pakistan government, he said, "After all politics is not a pious game. Only a man of courage could deal with it. A politician has to stand up for himself and his people."

انگریزی روزنامہ "ڈان" کراچی میں ۱۷ جنوری ۱۹۹۶ء کو شائع ہونے والے
ایم ایچ عسکری کے کالم کا مکمل متن

Breaking the ice on Kashmir

DAWN
Wednesday, January 17, 1996

If India's policy makers had watched Zee TV's mock trial programme featuring the Azad Kashmir prime minister, Sardar Abdul Qayyum Khan, they would have realised that he has offered a pragmatic step-by-step formula for the solution of the seemingly intractable Kashmir dispute. The views expressed by him seemed to suggest, even if somewhat tentatively, a way of unfreezing the issue.

Sardar Qayyum showed no signs of strain and was never lost for words in the face of the high-pressure "Interrogation" by the compere. He never lost his cool, not even when the compere, Rajat Sharma, posed questions suggesting Pakistan's direct involvement in the Kashmir uprising of casting doubts on the Sardar's personal integrity, hoping to expose him as a "Stooge" of Islamabad. Even if the judge of the trial in the end held him "guilty" of inflexibility in his position on Kashmir, Sardar Qayyum faced the proceeding without losing his composure.

It appeared navertheless that without conceding any

concessions on the basic provision of a plebiscite as stipulated in the relevant UN resolutions, Sardar Qayyum did not seem to rule out the possibility of a negotiated settlement assuming of course, that New Delhi was willing to be a party to such settlement. He suggested that as a first step there had to be a ceasefire and free movement of Kashmiri people across the line of control. By consulting among themselves, the Kashmiri leaders could perhaps agree upon a via media to defuse the tensions in the region.

It was perhaps for strategic reasons that Sardar Qayyum remained firm while insisting that the UN resolutions did not provide for a third option and so the only choice before the Kashmiri was accession to Pakistan or India. This did not, however, mean that there was nothing to be discussed between Pakistan, India and the representatives of the Kashmiri people. He did not say it in so many words, but there was a tentative suggestion that once New Delhi agreed to withdraw its security forces from the occupied state, the insurgents or "militants", could lay down their arms, and a peacemaking process, possibly outside the UN resolutions, could commence.

In Sardar Qayyum's view, two aspects of the Kashmir issue merit urgent attention: one, that with the Indian and Pakistani forces facing each other along the line of control, any small incident could spark off a major conflagration and once that happened the conflict would not necessarily remain confined to Kashmir and even the use of nuclear weapons should not be ruled out. Secondly, Pakistan and India did not have much time to come to grips with the problem, as after another four to six months the situation might go completely out of anybody's control. He did not elaborate upon this second statement. However, Sardar Qayyum felt certain that once the Kashmir question had

been settled, both Pakistan and India should be able to live as good neighbours and would stand to gain a great deal by living in peace with each other, through mutual cooperation.

The Sense of urgent concern expressed by Sardar Qayyum notwithstanding, there is little to suggest that India is ready for a major initiative for breaking the deadlock over Kashmir. Even while offering to discuss with Pakistan all outstanding disputes, "including the Kashmir issue", India's foreign minister, in his latest statement, also spoke of the threat posed to India's security by Pakistan through its reported purchase of 40 Mirage fighters from France. He also made it clear that India would not accept the third party mediation on Kashmir and insisted that the dispute should be discussed under the Simla Agreement.

Indeed, for a long, long time now there has been no move on India's part to resume a meaningful dialogue with Pakistan on matters of mutual concern. This could partly be attributed to the fact that New Delhi is preoccupied with its domestic problems and that general elections are due there in April. The ruling Congress party would perhaps want to maintain the present *status quo* so as not to make itself vulnerable to any attacks on its policy from its major rival, the fundamentalist Hindu Bharatiya Janata Party (BJP). New Delhi's intransigence also suggests that it is fairly confident of its position in Kashmir and does not regard the armed insurgency in the occupied state as a major challenge to its authority.

From reports appearing in the Indian media, it would seem that prime minister Narasimha Rao has not quite abandoned the option to hold elections in occupied state as part of his strategy to initiate what he regards as a political process. He continues to be in disagreement with his

Election Commission, which had advised against the holding of such elections in January, and there is talk of rescheduling the polls for mid-March. India's Supreme Court has called upon the government and the Election Commission to decide the issue by mutual consultation. The Court has given a deadline of two weeks for the matter to be settled by them. If they fail to reach an agreement on the issue, the Supreme Court would give its own judgment as to whether it was the government or the Election Commission that has the final authority to decide when the elections should be held in Kashmir.

The All Parties' Hurriyet Conference, representing some 30 parties of Kashmiri fighters and headed by Mirwaiz Umar Farooq, continues opposing the holding of elections in the state as they are firm that no political process which does not recognise their right of self-determination would be acceptable to them. (Incidentally, Sardar Qayyum in his appearance on Zee TV disagreed albeit somewhat mutedly that self-determination was an option for the Kashmiris when Rajat Sharma drew his attention to some recent statements of the Jammu and Kashmir Liberation Front leader, Amanullah Khan).

Mirwaiz Umar Farooq in his recent meeting with a visiting US Congressman, Gary Ackerman, expressed the intriguing opinion that the proposed elections "would fuel unrest in both India and Pakistan." He was quoted as telling Ackerman that "when there is unrest in Kashmir, you will not have peace in the subcontinent." It is not clear from the APHC leaders reported statement whether he meant that in case New Delhi goes ahead with its plans to hold elections in the occupied state, Pakistan might not remain un-involved in Kashmir. Even the thought of such involvement is extremely disturbing and people of goodwill on both sides of the border would sincerely hope that such an eventuality would not arise.

Almost all of Pakistan's recent statements on Kashmir have stressed the need for the major powers to help defuse the tensions generated by the Kashmir dispute. Both President Farooq Leghari and Prime Minister Benazir Bhutto in their meetings with the visiting Canadian prime minister called upon Canada to exercise its influence on India for a peaceful solution of the Kashmir dispute. The President said that Pakistan was prepared for bilateral or multilateral talks and Ms Bhutto frankly admitted that all efforts to settle the issue bilaterally had been frustrated by New Delhi and declared that her government would be willing to accept any mechanism to settle the issue peacefully. Foreign visitors to the region recognise the potential threat to its peace and stability and but make it clear that there could be no outside mediation unless Pakistan and India had arrived at a modicum of mutual understanding on mediation. The Canadian prime minister has done no more than to suggest that the proposed elections in the held state had its "complexities" and that Canada would certainly look positively at how it can help to resolve the dispute.

It is becoming quite apparent that sooner or later the matter would have to be resolved bilaterally and even if some outside power agrees to assist it would be only if and when Pakistan and India have reached a substantial measure of agreement on a modus operandi to settle the dispute. One would hope that if Mr. Narasimaha Rao has any domestic compulsion not to take any fresh initiative until after the elections, he would also not queer the pitch any further by going ahead with his proposed elections in Kashmir for the present. He must realise that even though in principle Pakistan appears willing to trade with India and accord in the MFN status, as a signatory to the World Trade Organisation, there are lobbies in Pakistan which continue to oppose any bilateral trade so long the tensions over the

Kashmir dispute persist. Even Sardar Qayyum in his TV appearance recognised that India is the major power in the subcontinent and can be expected to take the lead.

By its substantive participation in the SAARC trade fair in New Delhi, the Pakistan government demonstrated its will to initiate a move for peace and normality in the region, even though this may not be welcome to certain hardline opponents of the PPP's policies. Mr Narasimha Rao should be expected to respond in a like manner and abstain from flaunting India's economic and military strength as that would only inhibit Islamabad from taking any further initiatives for creating a climate of peace and goodwill.

That the Indian authorities agreed to opening an Indian TV channel to the Azad Kashmir prime minister for airing his views, even if they were unpalatable to New Delhi, suggests that they are not averse to a free and frank exchange of views even on the most contentious issue. While this may not indicate a sea-change in India's attitude, this one tentative step, would hopefully lead to the overall easing of the controls on cultural and intellectual exchange and on the circulation of newspapers and books across the border. If nothing else, this could help to dispel the misunderstandings and misrepresentations which bedevil relations between the two countries.

وزیراعظم آزاد جموں و کشمیر مجاہد اول سردار محمد عبدالقیوم خان کے بھارتی ٹی وی زی چینل سے نشر ہونے والے
انٹرویو پر پروفیسر ایم نذیر تبسم کا تجزیہ جو انہوں نے انگریزی اخبار "دی نیوز" کے لئے تحریر کیا۔

This is Mujahid-i-Awwal

By: Prof. M. Nazir Tabassum

It has often been observed that ordinary events, ostensibly of no special significance, lead us, at times, to the precise understanding of otherwise misunderstood or altogether incomprehensible phenomena. AJK Prime Minister's recent interview to Zee TV can be taken into account in this background. Interviews are everyday business especially for the politicians, and in that context, these should not arouse any particular enthusiasm. Sardar Qayyum's this very interview should be no exception to this rule, when viewed from this angle. Nonetheless, there was something special about it that it has become a hotly debated subject not only on the two sides of LoC but in Pakistan and India as well. On the Indian side, it even caused storming of Zee TV Station by BJP and other Hindu fundamentalist organisations. On this side, it necessitated a host of political leaders to issue press statements either to applaud or to censure the Prime Minister. Each could be justified in its own way, when judged by the criterion of the person issuing the statement. This scribe intends neither to shower unnecessary acclaim nor to hurl invectives on the contents of the interview but to evaluate various answers rationally, sagaciously and with lucidity.

There have been times when the otherwise imprudent politicians of Pakistan aired the intention and suggestion of fifth province comprising of AJK or Gilgit-Baltistan or both.

Late General Zia-ul-Haq's thoughtlessness knew no bounds as he declared Northern Areas Zone E of Martial Law. It were for such an occasions, facing the world opinion, that Sardar Qayyum has been taking strong exception to such indiscreet proposals though he is strongly committed to Kashmir's accession to Pakistan. There have been politicians, both in Pakistan and Azad Kashmir, who knowingly or unknowingly, suspected his real motives but the opportunities like this bear out that his intentions have always been above board. A politician, especially successful one, is expected to be conscious of the events that may occur in the distant future. He should be a person bestowed with the exact nature of extra sensory perception rather than being hallucinated. The importance of the interview lies in the fact that it was an irrefutable proof that Allah the Almighty has endowed Sardar Abdul Qayyum Khan with all these qualities. Therefore the personage should be judged, not on the basis of petty party politics, but as a figure that could be justly entitled the saviour of not only Jammu Kashmir but of Pakistan too. It would not be less than a catastrophe for the muslims of South Asia not to have a clear appreciation of him.

There are a number of seamy sides of Pak-Azad Kashmir relationship of which every Pakistani and Kashmiri has a clear perception, but sharely by having his wits about him, Sardar Qayyum saved Pakistan from embarrassment that could never have been in the competency of every Tom, Dick and Harry. Responding to Azad Kashmir's being remotely controlled through lent officers, he aptly rebutted that these are posted by mutual consent and agreement of the two Governments, which is also an on the ground reality. On Federal control of Gilgit-Baltistan, he retorted that it is because of the Karachi Pact signed by the two sovereign states, i.e., Pakistan and Azad Kashmir; on the Chair of AJK Council, he said that he himself inserted the section in AJK

Constitution because unchecked freedom leads to various troubles; about Pakistan's abatement to militancy in occupied Kashmir, he negated the accusation point blank without jeopardising Kashmiris' right to rebel against occupation; about his own militaristic constitution, he very wisely layed the blame on Maharaja's door, and on Pakistan Army's involvement in the uprising in occupied Kashmir, he most appropriately pointed out that the nature of militancy is utterly unlike that of a regular army but characteristically it sounds like the one witnessed in Afghanistan. He has been very logical in responding to the alternate solutions of the issue rather than harping on the UN resolutions by saying that in that case an altogether fresh partition plan of the sub-continent will become imperative. Perhaps it may not have escaped the attention of the viewers that his last remark, i.e., fresh partition plan, brought a glimmer on the face of a Sikh gentleman sitting among the audience. On compromises, he categorically rejected the allegation saying that his whole life is an open book and he never did so on principles; however, being a successful politician, he has been designing strategies that led him from one to the other success in life; and that if a politician is incapable of doing so, he could be no less than a dunce and it will be more appropriate for him to adopt any other occupation than politicking. His response on General Chisti's book has been especially interesting. The letter quoted was not written to Chisti but to late Mufti Mahmud. Without using derogatory remarks about a retired General, he did expose his real intentions and childish ambition. It also revealed that the wrath of General Zia upon him was due to his difference on hanging the wit and brain of Asia. Though Sardar Qayyum has never been a blue-eyed boy to Shaheed Bhutto, and there are stories of disinformation to the late Pakistani Premier against him by petty political workers, yet he never nourished any vengeance against the late Bhutto, a virtue unlike many Pakistani leaders.

Finally he stressed the dire need of parleys at all levels between Indians, Pakistanis and Kashmiris. He further stressed the need of immediate and meaningful dialogue otherwise the militancy in Kashmir shall get uncontrollable.

The interview lasted more than an hour; a personage of Sardar Qayyum's constitution, a practising and devoutly religious figure, who has not only his own vision of implementing Islamic Shariah, but to his credit has done so to a great extent, did not answer a single question in terms of religion. He showed enough wit and reason than to use religion as wheels to further his view point. This should be an eye-opener to those religio-political leaders whose main source of inspiration is religion and not democracy. Though Sardar Qayyum is never forgetful to the significance of religion at home, yet he is aware of the importance of being a staunch democrat at the world fora. This interview exhibited very clearly that he is a man of strong conviction; that his commitment to the liberation of Kashmir and its accession to Pakistan is unswerving; that he never compromises on principles but at the same time is highly capable of gradually improving upon his political strategy; and that it will not be any child's play to keep him aside of the political scene of both Azad Kashmir and Pakistan.